ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
41
12 نومبر 2003ء — 16 رمضان 1424ھ
www.tanzeem.org

- ماہ رمضان کی فضیلت (خطبۂ جمعہ)
- داخلی و خارجہ پالیسی میں رویے کا تضاد (تجزیہ)
- ایمان بالمعاد (ایمانیات)

قائد اعظم اور نظریۂ پاکستان (ٹی وی مذاکرہ)

روزے کے روحانی فوائد

روزہ رکھنا ایک بہت بڑی نیکی ہے، جس سے ملکیت کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔ بہیمیت اس سے کمزور ہوتی ہے اور طبیعت کو مغلوب کرنے اور روح کی تطہیر کا یہ بہترین نسخہ ہے جو اطبائے روحانی نے تجویز کیا ہے۔ اس حدیث قدسی کا یہی مقصد ہے کہ "اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ" ''روزہ خاص میرے لئے ہے اور میں خود ہی اس کی جزا دیتا ہوں''۔ جوں جوں روزہ رکھنے کی بدولت انسان کی بہیمیت کمزور ہوتی چلی جاتی ہے، اسی نسبت سے گناہ جھڑتے رہتے ہیں۔ روزہ رکھنے سے انسان کو ملائکہ کے ساتھ مشابہتِ عظیم حاصل ہوتی ہے اور وہ اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ رسولِ کریم ﷺ نے اسی حدیث میں اسی کا اشارہ فرمایا ہے کہ ''روزہ دار کی منہ کی بدبو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بہت زیادہ قابلِ قدر ہے۔'' جب روزے کی پابندی ایک رسمِ مشہور کی صورت اختیار کر لیتی ہے تو وہ عام رسوم سے نافع ہوتی ہے۔ جب کوئی التزام کے ساتھ اس کو بجا لاتی ہے تو اُن کے شیاطین کو زنجیروں کے ساتھ باندھ دیا جاتا ہے، دوزخ کے دروازے ان کے لئے بند کر دیئے جاتے ہیں اور جنت کے دروازے ان کی خاطر کھول دیئے جاتے ہیں (یہ آنحضور ﷺ کی حدیث کا اقتباس ہے)

جب کوئی آدمی اپنے نفس کو مغلوب کرنے اور اس کے رذائل کو دور کرنے کی کوشش کرتا ہے تو عالمِ مثال میں اس کی ایک صورت قائم ہوتی ہے جس پر تقدس کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ چنانچہ بعض ذکی الطبع اہلِ معرفت جب اپنی توجہ کو اس صورت پر مرکوز کر لیتے ہیں تو عالم غیب سے ان کے علم میں برکت ڈال دی جاتی ہے اور وہ تنزیہ و تقدس کے راستے سے ذاتِ اقدس جل و علا تک پہنچ جاتے ہیں۔

بعض روایات میں مندرجہ بالا حدیث قدسی کو صیغۂ مجہول کے ساتھ نقل کیا گیا ہے ''اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اُجْزٰی بِہٖ'' روزہ خالص میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا ہوں (روزہ کی بدولت اس کو میری ذاتِ اقدس تک پہنچنا ہوتا ہے)

ماخذ: حجۃ اللہ البالغہ | تحریر: شاہ ولی اللہ دہلوی | ترجمہ: مولانا عبدالرحیم

سورۃ البقرۃ (آیت 260)

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

﴿وَاِذۡ قَالَ اِبۡرٰھٖمُ رَبِّ اَرِنِیۡ کَیۡفَ تُحۡیِ الۡمَوۡتٰی ؕ قَالَ اَوَلَمۡ تُؤۡمِنۡ ؕ قَالَ بَلٰی وَلٰکِنۡ لِّیَطۡمَئِنَّ قَلۡبِیۡ ؕ قَالَ فَخُذۡ اَرۡبَعَۃً مِّنَ الطَّیۡرِ فَصُرۡھُنَّ اِلَیۡکَ ثُمَّ اجۡعَلۡ عَلٰی کُلِّ جَبَلٍ مِّنۡھُنَّ جُزۡءًا ثُمَّ ادۡعُھُنَّ یَاۡتِیۡنَکَ سَعۡیًا ؕ وَاعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰہَ عَزِیۡزٌ حَکِیۡمٌ۠﴾

''اور جب ابراہیم نے (اللہ تعالیٰ سے) کہا کہ اے پروردگار مجھے دکھا کہ تُو مردوں کو کیونکر زندہ کرے گا۔ اللہ نے فرمایا کیا تم نے (اس بات کو) باور نہیں کیا؟ اُنہوں نے کہا کیوں نہیں' لیکن (میں دیکھنا) اس لئے (چاہتا ہوں) کہ میرا دل اطمینان کامل حاصل کرے۔ اللہ نے فرمایا کہ چار پرندے پکڑ وا کر اپنے پاس منگا لو (اور ٹکڑے ٹکڑے کرا دو) پھر اُن کا ایک ایک ٹکڑا ہر ایک پہاڑ پر رکھوا دو۔ پھر اُن کو بلاؤ تو وہ تمہارے پاس دوڑتے چلے آئیں گے۔ اور جان رکھو کہ اللہ غالب اور صاحب حکمت ہے۔''

اور یاد کرو کہ وہ وقت جب ابراہیم علیہ السلام نے بھی [عزیر کی طرح] پروردگار سے کہا کہ اے پروردگار مجھے دکھا دے کہ تو مُردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے۔ جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تم ایمان نہیں رکھتے؟ اس پر انہوں نے کہا ایمان تو میرا ہے لیکن دل کا پورا اطمینان اور یقین چاہتا ہوں۔ انبیاء کا معاملہ ایسا ہے کہ اُن کو وہ ایمان و یقین حاصل ہو جو دوسروں تک سرایت کر سکے' چنانچہ انہیں غیوبات کا مشاہدہ کرایا جاتا ہے۔ اس طرح اُن کا معاملہ صرف ایمان بالغیب کا نہیں رہتا بلکہ ایمان بالشہود کا ہو جاتا ہے۔

اسی طرح ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو آسمان و زمین کے ملکوت دکھا دیئے۔ یعنی جو ہماری مخفی حکومت ہے اُس کے اہل کار اُن کو دکھا دیئے۔ اپنے مخفی خزانوں میں سے بعض کا مشاہدہ کرا دیا۔ شب معراج میں رسول اللہ ﷺ کو بھی اس طرح کے مشاہدات کرائے گئے۔ جنّت کی سیر کرائی گئی' دوزخ دکھائی گئی' ساتوں آسمانوں پر لے جایا گیا تاکہ وہ یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں اور انہیں یقین کامل حاصل ہو جائے اور اب وہ لوگوں کو اپنے مشاہدے کی بنا پر حقیقت کی طرف دعوت دے سکیں۔

ابراہیم علیہ السلام کی استدعا پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ چار پرندے لے لو' انہیں اپنے پاس رکھو۔ یہاں تک کہ وہ تمہارے ساتھ اس طرح مانوس ہو جائیں کہ جب تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری طرف چلے آئیں۔ پھر اُن کو (ذبح کر کے) ٹکڑے ٹکڑے کر دو۔ سر علیحدہ' دھڑ علیحدہ' ٹانگیں علیحدہ۔ پھر اُن کے یہ اجزاء متفرق طور پر پہاڑوں پر رکھ دو۔ مثلاً چاروں سر ایک پہاڑ پر' چاروں دھڑ ایک پہاڑ پر' سب کی ٹانگیں ایک پہاڑ پر' چاروں کے پر ایک پہاڑ پر۔ پھر اُسی آواز کے ساتھ اُن کو پکارو جس آواز کے ساتھ انہیں پکارا کرتے تھے۔ تم دیکھو گے کہ وہ دوڑتے ہوئے تمہاری طرف آ جائیں گے۔ اور اب اس بات کو یقین کے ساتھ جان لو کہ اللہ تعالیٰ زبردست ہے اور کمال حکمت والا ہے۔

اب اس کے بعد دو رکوع آ رہے ہیں جن میں انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ لیکن اس انفاق میں کئی مدات ہیں۔ اللہ کی رضا جوئی کے لئے اپنے مال میں سے غریبوں' یتیموں' مسکینوں' بیواؤں اور محتاجوں پر خرچ کرنا یعنی اپنے ابنائے نوع کی ضروریات پوری کرنا۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا بہت بڑا اجر ہے کہ کوئی شخص اپنے ضرورت مند عزیز و اقارب پر خرچ کرے۔ دوسرا انفاق فی سبیل اللہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہے جسے قرآن میں قرضِ حسنہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ ہے اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے خرچ کرنا' دین کی دعوت عام کرنا۔ اللہ کی کتاب کا پیغام دوسروں تک پہنچانا۔ ایسی منظم جماعت کا وجود میں لانا جو قوت مجتمع کرے اور باطل کے ساتھ ٹکرا کر اُسے پاش پاش کرنے کا حوصلہ رکھتی ہو۔ اس کام میں جو خرچ ہو گا وہ انفاق فی سبیل اللہ ہے یا اللہ تعالیٰ کے ذمہ قرض حسنہ۔ یہاں اگلی آیات میں جس انفاق کا ذکر ہو رہا ہے وہ اسی دوسری قسم کا خرچ ہے۔ زکوٰۃ و صدقات بلاشبہ ضرورت مند عزیز و اقارب کے لئے ہیں۔ اُن کا حق فائق ہے' لیکن دین کے کام کی اہمیت کسی حال میں بھی نظر انداز نہ کی جانی چاہئے۔ خصوصاً اس دور میں جبکہ دین یتیمی کی حالت میں آ گیا ہے بلکہ اس وقت سب سے بڑا یتیم دین ہی ہے۔ [اس تمہید سے متعلقہ آیات کی تشریح اگلے شمارے میں ملاحظہ فرمایئے]

فرمانِ نبوی — چوہدری رحمت اللہ بٹر

اللہ کی بندگی

عَنۡ اَبِی الدَّرۡدَاءِ رضی اللّٰہ عنہ سمعتُ رسولَ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقولُ ((اُعۡبُدِ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنۡ لَمۡ تَکُنۡ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ' وَاعۡدُدۡ نَفۡسَکَ فِی الۡمَوۡتٰی' وَاِیَّاکَ وَدَعۡوَۃَ الۡمَظۡلُوۡمِ فَاِنَّھَا تُسۡتَجَابُ' وَمَنِ اسۡتَطَاعَ مِنۡکُمۡ اَنۡ یَّشۡھَدَ الصَّلَاتَیۡنِ الۡعِشَاءَ وَالصُّبۡحَ وَلَوۡ حَبۡوًا فَلۡیَفۡعَلۡ)) (رواہ الطبرانی فی الکبیر)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''اللہ کی بندگی ایسے کرو جیسے کہ تم اُسے دیکھ رہے ہو۔ اگر ایسا نہ کر پاؤ تو یہ تصور کرو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے اور اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کرو۔ اور مظلوم کی آہ سے بچو کیونکہ وہ قبول کی جاتی ہے۔ اور جو کوئی تم میں سے طاقت رکھتا ہے' وہ صبح اور عشاء کی نماز میں ضرور حاضر ہو (باجماعت پڑھے) اگرچہ اسے چوتڑوں کے بل آنا پڑے۔''

بندۂ مومن کے ایمان میں جب اضافہ ہوتا ہے تو اس کی یہی کیفیت ہو جاتی ہے۔ ان دو نمازوں کے اوقات ایسے ہیں جن میں انسان راحت و آرام کو بہت پسند کرتا ہے۔ اس لئے ان کی طرف خصوصی توجہ دلائی گئی ہے۔

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

قیام خلافت کا نقیب

ندائے خلافت

شمارہ	6 نومبر تا 12 نومبر 2003ء	جلد
41	۱۰ تا ۱۶ رمضان ۱۴۲۴ھ	12

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر انتظامی: سید قاسم محمود
مجلس ادارت: ڈاکٹر عبدالخالق ۔ مرزا ایوب بیگ
سردار اعوان ۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

اس شمارے میں

4۔ سجدۂ تعظیمی شرک ہے یا حرام؟
5۔ روزے کی غرض وغایت
7۔ داخلی اور خارجی پالیسی میں رویے کا تضاد
9۔ قائد اعظم اور پاکستان
12۔ ایشیا سے آگے اسلام کا مقدمہ
13۔ سید احمد کی تحریک جہاد کا اصل مقصد
15۔ ایمان بالمعاد
17۔ "تنظیم اسلامی" کے مراکز کی سرگرمیاں

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔ گڑھی شاہو علامہ اقبال روڈ لاہور
فون: 6366638-6316638 فیکس: 6305110
E-Mail:markaz@tanzeem.org

مقام اشاعت: 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

سالانہ زرِ تعاون: 250 روپے فی شمارہ: 5 روپے
برائے یورپ ایشیا افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
برائے امریکہ کینیڈا آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)

ناشر: محمد سعید اسعد ○ مطبع: مکتبہ جدید پریس لاہور

دارالمطالعہ قرآن اکیڈمی
نمبر 6-11-03
۳۶ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بھارتی تجاویز اور کشمیر کا روڈ میپ

پچھلے ہفتے بھارت نے "بحالیٔ اعتماد" کے نام پر جو بارہ تجاویز دی تھیں اُن کا مثبت اور مفصل جواب دیتے ہوئے پاکستان کے سیکرٹری خارجہ ریاض کھوکھر صاحب نے اس درست اور مبنی بر حقیقت خیال کا اظہار کیا ہے کہ مسئلہ کشمیر حل کیے بغیر بحالیٔ اعتماد کے اقدامات غیر موثر رہیں گے اس لئے پاکستان اور بھارت میں بنیادی تنازعے (کشمیر) پر سنجیدہ مذاکرات ضروری ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جب بھارت نے تجاویز پیش کی تھیں تو اسی وقت پوری دنیا کو معلوم ہو گیا تھا کہ ان تجاویز کا مقصد اعتماد و امن کی بحالی کے بجائے کچھ تو داخلی سطح پر حکومت کے لئے کامیابیوں کی راہ ہموار کرنا اور کچھ بین الاقوامی سطح پر پاکستان کے خلاف پوائنٹ سکور کرنا ہے۔ داخلی سطح پر بھارتی حکومت کے مسائل کی طرف آزاد کشمیر کے ایک سابق وزیر اعظم بیرسٹر سلطان محمود نے توجہ دلائی ہے اور کہا ہے کہ واجپائی انتخابات میں کامیابی کے لئے "محدود جنگ" مسلط کرنے کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔ واضح رہے کہ بھارت کے چار صوبوں میں سالِ رواں کے دوران میں انتخاب ہونے والے ہیں۔ آئین کی رُو سے قومی انتخابات اگلے برس کے موسم بہار تک کرانے ہوں گے۔ ایسے میں یہ توقع نہیں رکھی جانی چاہئے کہ موجودہ بھارتی حکمران انتخابی عمل مکمل ہونے سے قبل مسئلہ کشمیر پر پاکستان کے ساتھ دوطرفہ مذاکرات کرنے پر رضامند ہو جائیں گے۔ انتخابی مہم کے لئے بھارتی جنتا پارٹی نے ابھی سے یہ نعرہ دہرانا شروع کر دیا ہے کہ "کشمیر بھارت کا اٹوٹ انگ ہے" بلکہ "بارہ تجاویز" پیش کرنے کے ساتھ ہی پاکستان سے یہ مطالبہ بھی زور شور سے شروع کر دیا ہے کہ وہ آزاد کشمیر کے علاقے سے فوراً دستبردار ہو جائے۔ بھارتی وزیر داخلہ نے ایک اخباری بیان میں اپنے ووٹروں کو باور کرانے کی خاطر کہا ہے کہ آزاد کشمیر کو پاکستان کے قبضے سے عنقریب چھڑا لیا جائے گا۔ اسی لئے نائب وزیر اعظم ایڈوانی صاحب کو مسئلہ کشمیر کا انچارج بنایا گیا ہے۔ ایڈوانی صاحب کی پالیسی یہ ہے کہ مقبوضہ کشمیر کو زیادہ سے زیادہ داخلی خود مختاری دینے کا وعدہ کر کے حریت کانفرنس کو نئی دہلی کے ساتھ براہ راست مفاہمت پر آمادہ کر لیا جائے اور مفاہمت کے عمل سے پاکستان کو خارج کر دیا جائے۔ مجاہدین کشمیر کو سختی سے کچل دیا جائے۔ آزاد کشمیر کے کسی حساس علاقے پر قبضہ کر کے بھارت کی پوزیشن مستحکم کر لی جائے اور اس کے بعد کنٹرول لائن کو مستقل سرحد بنانے کی بھارتی تجویز پر مذاکرات کے لئے پاکستان کو دعوت دی جائے۔ یہ ہے بھارت کی نئی حکمتِ عملی اور مسئلہ کشمیر کے لئے بھارت کا روڈ میپ، جس پر عمل درآمد کرنے کے لئے "بارہ تجاویز" کا جال پھینکا گیا تھا جس میں کشمیر کا مسئلہ لپیٹ کر پیش کیا گیا تھا اور کہا یہ گیا تھا کہ اب گیند پاکستان کے کورٹ میں ہے۔ ان تجاویز کا محوری نکتہ "سری نگر مظفر آباد بس سروس" کا اجرا تھا۔

ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ پاکستان "بھارتی تجاویز" کو سرے سے قبول ہی نہ کرتا، لیکن اس صورت میں بھارت پاکستان کے خلاف دنیا بھر میں یہ پبلسٹی کرنے میں کامیاب ہو جاتا کہ وہ تو اعتماد و امن کی بحالی کے لئے اقدامات کرنے پر آمادہ ہے لیکن پاکستان ہی ایسا نہیں چاہتا۔ لیکن یہ امر باعث اطمینان ہے کہ کشمیر کے حوالے سے پاکستان کی تجاویز مناسب اور حوصلہ افزا ہیں۔ پاکستان نے بھارتی تجویز کو اس شرط کے ساتھ منظور کیا ہے کہ اقوام متحدہ چیک پوائنٹس مقرر کر کے اپنے مبصرین کے ذریعے مسافروں کی آمدورفت کو مانیٹر کرے اور لوگ بس کا سفر بھی اقوام متحدہ کی دستاویزات پر کریں۔ یکم نومبر کو صدر پرویز مشرف نے چین میں وہاں کے اخبار نویسوں کے سامنے کشمیر کا ایک سہ نکاتی روڈ میپ بھی دیا ہے۔ پہلے پاکستان اور بھارت کے درمیان مذاکرات ہوں، دوسرے بھارت تسلیم کرے کہ کشمیر متنازعہ علاقہ ہے، تیسرے پاکستان، بھارت اور کشمیری قیادت کے مابین مذاکرات ہوں اور یہ سہ فریقی مذاکرات بھی اقوام متحدہ کی قراردادوں پر عمل درآمد اور کشمیریوں کے استصواب رائے ہی پر منتج ہوں۔

پاکستانی تجاویز پر بھارتی وزیر دفاع جارج فرنینڈس نے اپنا فوری اور منفی ردعمل ظاہر کرتے ہوئے کہا ہے "اقوام متحدہ کو بس سروس میں شامل کرنا بے معنی ہے۔ کشمیر میں اقوام متحدہ کے کردار کی کوئی ضرورت نہیں"۔ بھارتی وزیر خارجہ کے ترجمان نے کہا ہے کہ مقبوضہ کشمیر متنازعہ نہیں ہے۔ آزاد کشمیر متنازعہ علاقہ ہے اور اگر مذاکرات ہوں گے تو آزاد کشمیر کے مسئلے پر ہوں گے۔ وزیر دفاع نے پھر جنگ کی دھمکی دیتے ہوئے کہا ہے کہ پاکستان اتنا چھوٹا ملک ہے کہ اس سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ انہیں یہ حقیقت نہیں بھولنی چاہئے کہ محمود غزنوی، شہاب الدین غوری، ظہیر الدین بابر اور احمد شاہ ابدالی بھی چھوٹے ملکوں سے بھارت آئے تھے، اور یہ حقیقت بھی فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ پاکستان کے عوام اول و آخر مسلمان ہیں، جن کے ایمانیات میں جہاد کا عقیدہ شامل ہے اور جس کی فوج کا نعرہ ہی جہاد ہے، اور یہ بھی نہیں بھولنا چاہئے کہ کشمیری بھی افغانیوں اور عراقیوں کی طرح "بھارت، امریکا اور اسرائیل" کے ناپاک گٹھ جوڑ کے خلاف سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح متحد ہیں اور بھارت اپنے سات لاکھ لشکرِ جرار سے ہر طرح کے مظالم کے باوجود انہیں اپنے حق خود اختیاری سے منحرف نہ کر سکا اور نہ کر سکے گا۔ (ادارہ)

افہام و تفہیم

س: (i) جمعہ کی نماز کی رکعتیں کتنی ہوتی ہیں؟ جمعہ میں سنت رکعتوں کی تفصیل بتادیں۔ (ii) جمعہ میں تحیتہ المسجد کیسے ادا کریں؟

ج: (i) جمعہ کی نماز کی رکعتوں کے بارے میں ہمارے ہاں خاصا اختلاف ہے۔ اس کی 14 رکعتیں بنالی گئی ہیں۔ ایسا اس بنیاد پر ہوا کہ برصغیر میں انگریزوں کی حکومت قائم ہونے کے بعد شاہ عبدالعزیزؒ نے یہ فتویٰ دے دیا کہ اب ہندوستان دارالحرب ہے ـــ اور جمعہ کی فرضیت دارالاسلام میں ہوتی ہے دارالحرب میں نہیں۔ تو اگرچہ لوگوں نے جمعہ جاری رکھا، لیکن انہیں یہ بھی شک ہوا کہ ہم پر جمعہ فرض نہیں تھا اس لئے جو کچھ ہم نے پڑھا وہ نفل شمار ہوگا جبکہ ظہر جو کہ ہم پر فرض تھی، وہ رہ گئی۔ لہٰذا احتیاط کے طور پر ظہر کے نام سے چار فرض یا چار سنتوں کا اضافہ کرلیا گیا۔ یوں ظہر کی 12 رکعتوں کے ساتھ جمعہ کی 2 رکعتیں اضافی ہوگئیں اور کل 14 رکعتیں بن گئیں۔ لیکن جہاں تک میری تحقیق ہے اس کے مطابق جمعہ سے قبل 4 رکعتیں ثابت ہیں۔ یہ پڑھنی چاہئیں تحیتہ المسجد کے علاوہ۔ تاہم اگر آپ ایسے وقت پر مسجد پہنچے ہیں کہ تحیتہ المسجد کی گنجائش نہیں تو جو 4 رکعتیں آپ پڑھیں گے وہ تحیتہ المسجد کے قائم مقام ہوجائیں گی۔ جمعہ کے بعد کے بارے میں جو روایت مجھے مختلف کتابوں میں ملی ہے خاص طور پر ریاض الصالحین میں، وہ یہ ہے کہ اگر تو آپ مسجد ہی میں نماز کے متصلاً بعد سنتوں کی رکعتیں پڑھیں تو یہ 4 ہوں گی جبکہ زیادہ پسندیدہ یہ ہے کہ واپس گھر جا کر پڑھیں۔ یہ بھی ہمارے ہاں غلط رواج ہوگیا ہے کہ ساری نماز مسجد ہی میں ادا کی جائے۔ مسجد صرف فرض نماز پڑھنے کے لئے ہے، نوافل گھر پر پڑھنا پسندیدہ ہے۔ سنتیں بھی نوافل ہی کے ذیل میں آتی ہیں، بس حضور ﷺ نے انہیں ذرا زیادہ پابندی سے ادا کیا ہے۔ بہرحال میرے نزدیک جمعہ کے بعد کی 4 رکعتیں سنت کی ہوں گی اگر آپ نے مسجد میں ہی پڑھیں اور اگر گھر آکر پڑھیں گے تو 2 سنتیں کفایت کر جائیں گی۔ واللہ اعلم!

(ii) آپ ایسے وقت مسجد میں جائیں جب ابھی امام عربی خطبہ کے لئے کھڑا نہ ہوا ہو۔ اس سے پہلے جا کر دو رکعت تحیتہ المسجد پڑھ لیں۔ یہ ضروری ہے کیونکہ حضور ﷺ کا حکم ہے۔ اس سے غافل مت ہوں۔ ایک دفعہ جمعہ میں حضرت عثمانؓ تاخیر سے پہنچے جبکہ حضور ﷺ اپنا خطبہ شروع کرچکے تھے۔ جب حضور ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو دیکھا تو اپنا خطبہ روک لیا اور حضرت عثمانؓ سے کہا کہ دو رکعتیں پڑھ لو۔ گویا کہ یہ باقی لوگوں کے لئے ایک تعلیم ہوگئی، تنبیہہ کے طور پر کہ یہ دو رکعتیں پڑھنا ضروری ہے لیکن اس کے لئے تمہیں خطبہ سے پہلا آنا چاہئے۔ ہمارے ہاں بعض لوگ اس حدیث کو عام لے لیتے ہیں اور عین خطبہ کے دوران بھی آکر دو رکعتیں پڑھ لیتے ہیں۔ میرے خیال میں یہ صحیح نہیں ہے۔ جب امام عربی خطبہ دے رہا ہو تو خاموشی کے ساتھ بیٹھ جانا چاہئے۔ جو کوتاہی ہوگئی سو ہوگئی۔ اب اس جرم کے مرتکب نہ ہوں کہ امام خطبہ دے رہا ہے اور آپ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ یہاں خطبہ سے مراد عربی مسنون خطبہ ہے۔ اس سے پہلے جو تقریر ہوتی ہے اس پر اس حکم کا اطلاق نہیں ہوتا۔ کاروبار کے حرام ہونے کا مسئلہ بھی دوسری اذان سے متعلق ہے، اس لئے کہ حضور ﷺ کے زمانے میں صرف ایک ہی اذان ہوتی تھی۔ پہلی اذان کا اضافہ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں کیا گیا تاکہ جو لوگ دور رہتے ہیں انہیں بروقت اطلاع ہو جائے اور وہ خطبے سے پہلے پہنچ جائیں۔ اس لئے کوشش کرنی چاہئے کہ پہلی اذان کے بعد کاروبار چھوڑ کر وقت پر مسجد پہنچیں اور عربی خطبہ شروع ہونے سے پہلے تحیتہ المسجد ادا کرلیں۔

س: اگر کسی شخص کے ذمے بہت سی فرض نمازیں قضا ہوں تو کیا وہ انہیں ادا کرے؟ میں نے سنا ہے کہ وہ نمازیں جو زیادہ عرصہ قضا رہیں ان کا ادا کرنا فرض نہیں ہوتا۔

ج: میرے نزدیک بھی اگر انسان نے غفلت میں بہت وقت گزارا ہے اور پھر وہ توبہ کرلیتا ہے تو اس سے سارے پچھلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ اس کی کچھ شرائط بھی ہیں۔ یہ نہیں کہ زبانی کلامی کہہ دیا کہ میں توبہ کرتا ہوں۔ حقیقی توبہ کے بعد میرے نزدیک قضا نمازوں کی ادائیگی ضروری نہیں ہے۔ البتہ توبہ کرنے کے بعد سے نماز کی پوری پابندی ہونی چاہئے۔ اب اگر ایک نماز بھی چھوٹ گئی تو اس کی قضا لازم ہوگی۔ لیکن اگر پچھلی زندگی میں آپ کی غفلت کی وجہ سے نمازیں رہ گئی ہیں تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کریں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حساب کتاب کرنا ہمارے لئے زیادہ پریشان کن ہوجائے گا۔

س: ہمارے اکثر علماء اپنی تقریر میں سجدہ تعظیمی کو شرک کہتے ہیں اور بعض حرام تک قرار دیتے ہیں۔ اس کی وضاحت فرمائیں۔

ج: اس بارے میں علماء جو کچھ کہتے ہیں، صحیح ہے اس لئے کہ سجدہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ایک شکل ہے۔ اگرچہ یہ کسی کی تعظیم کے لئے بھی کیا جاتا تھا لیکن شریعت محمدی میں سجدہ تعظیمی کو حرام کردیا گیا۔ اب سجدہ صرف اور صرف اللہ کے لئے ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ مجدد الف ثانی شیخ سرہندی نے اس کے خلاف جہاد کیا۔ اس زمانے میں مغل دربار میں سجدہ تعظیمی لازم کردیا گیا تھا۔ سجدہ تعظیمی رکوع کی صورت میں بھی ہوتا تھا اور یہ رواج حیدرآباد دکن میں بھی رہا ہے یعنی سلام کرنے کے لئے بالکل رکوع کی حالت میں جاکر ہاتھ نیچے سے ہلایا جاتا تھا۔ شریعت میں یہ حرام ہے۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ سیدھی طرح جاکر السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ کہیں۔ مجدد الف ثانی کے بارے میں جہانگیر کے کان بھر دیئے گئے کہ وہ بادشاہ کو سجدہ کرنا جائز نہیں سمجھتا۔ لہٰذا جہانگیر نے حضرت مجدد کو دربار میں طلب کیا۔ اس موقع پر بادشاہ کے تخت کے بالکل سامنے دیوار کی شکل کا ایک ڈھانچہ اس طرح سے تعمیر کیا گیا جس کی کھڑکی میں سے گزرتے وقت انسان کو لازماً اپنا سر جھکانا پڑے۔ لیکن جب مجدد الف ثانی آئے تو انہوں نے اس کھڑکی میں سے پہلے پاؤں اور ٹانگیں وغیرہ نکالیں اور بعد میں سر نکالا۔ اس طریقہ سے آپ سر جھکانے کی حالت میں نہیں آئے۔ اسی حوالے سے علامہ اقبال نے کہا:

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے ہے گرمی احرار
وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

اسلامی تصوف کے اندر جو بھی غلط چیزیں ہندی اور یونانی تصوف سے شامل ہوگئی تھیں انہیں بھی حضرت مجددؒ نے نکالا۔ اسی طرح درباری دین میں جو خرابیاں آگئی تھیں ان کی بھی اصلاح فرمائی ـــ اور یہی مجدد کا اصل کام ہوتا ہے۔

دعوت رجوع الی القرآن کی اساسی اور مقبول عام دستاویز جس کا انگریزی، عربی، فارسی اور سندھی میں ترجمہ ہوچکا ہے

مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق

تصنیف: ڈاکٹر اسرار احمد

اشاعت خاص 20 روپے اشاعت عام 10 روپے

منبر و محراب

روزے کی غرض و غایت اور ماہِ رمضان کی فضیلت

مسجد دارالسلام باغ جناح' لاہور میں جناب عبدالرزاق ناظم اعلیٰ تحریک خلافت پاکستان کے 31 اکتوبر 2003ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

الحمدللہ' رمضان المبارک کا آغاز ہو چکا ہے۔ یہ عظیم مہینہ ہے جس کی رحمتوں اور برکتوں کا شمار ممکن نہیں۔ سورۃ البقرہ کے 23 ویں رکوع میں رمضان کے روزے کی فرضیت کا ذکر ہے' جہاں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ پر کاربند ہو جاؤ۔ یہ گنتی کے چند دن ہیں' جو شخص تم میں سے ان ایام میں بیمار ہو یا حالت سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں ان روزوں کی گنتی کو پورا کرلو۔ اور جو لوگ طاقت رکھنے کے باوجود روزہ نہ رکھیں وہ روزہ کے بدلے ایک محتاج کو کھانا کھلا دیں اور جو شخص اس سے بڑھ کر نیکی کرے تو یہ اس کے لئے زیادہ بہتر ہے اور اگر تم روزہ ہی رکھو تو یہ تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہے۔"

(آیات: 183-184)

ان آیات میں روزے کی فرضیت کا جو ذکر کیا گیا ہے' یہ ابتدائی فرضیت کا ذکر ہے' یعنی اس میں رمضان کے روزے کی فرضیت کا ذکر نہیں بلکہ اس کی اگلی آیت میں ذکر ہے۔ ابتدائی طور پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو روزے کی عبادت سے مانوس کرنے کے لئے ہر مہینے میں ایام ابیض (چاند کی 13' 14 اور 15 تاریخ) کے تین روزے فرض کئے تھے۔ البتہ ان میں گنجائش یہ تھی کہ اگر کوئی روزہ نہ رکھنا چاہے تو وہ فدیہ میں مسکین کو کھانا کھلا سکتا تھا۔ لیکن بعد میں جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو یہ رخصت ختم کردی گئی۔ بہرحال ان دو آیات میں روزے کی فرضیت اور اس کی غرض وغایت بیان کی گئی ہے۔ روزے کی غرض وغایت یہ ہے کہ مسلمانوں میں تقویٰ پیدا ہو جائے۔ پرہیزگاری پیدا ہو جائے۔ تقویٰ قرآن مجید کی ایک مستقل اصطلاح ہے اور بڑی شدت سے بار بار قرآن مجید میں استعمال ہوئی ہے۔ اس ضمن میں قرآن حکیم کی یہ آیت بڑی سخت ہے جس میں تقویٰ کا حکم دیا گیا:

"اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جیسا کہ اس کا تقویٰ اختیار کرنے کا حق ہے۔"

(آل عمران: 102)

اللہ کا تقویٰ اختیار کرنا اور اس کا حق ادا کرنا ایک مشکل معاملہ ہے۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ نے جب یہ آیت سنی تو وہ بھی پریشان ہو گئے تھے اور انہوں نے بارگاہِ رسالت ﷺ میں عرض کیا کہ "ہم اللہ کے تقویٰ کا حق کیسے ادا کر سکتے ہیں؟"

اس پر ایک اور آیت نازل ہوئی جس میں اس حکم کو نرم کر دیا گیا کہ تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جتنا تمہارے بس میں ہے (جتنی تم استطاعت رکھتے ہو)" (التغابن: 16)

اس حوالے سے ہمیں سمجھنا چاہئے کہ تقویٰ اصل میں ہے کیا؟

تقویٰ کا حاصل تو یہ ہے کہ آدمی کو یہ استحضار حاصل ہو جائے کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے اور مجھے ایک دن اس کے سامنے پیش ہو کر اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔ لہٰذا میں ہر اس کام سے بچوں جس سے اللہ نے بچنے کا حکم دیا ہے یا جس کے کرنے میں اللہ کی ناراضگی کا خدشہ ہے۔ تقویٰ کا لغوی مفہوم ہے بچنا' یعنی اللہ کی نافرمانی سے بچنا۔ اس طرزِ عمل کے نتیجے میں آدمی جہنم سے بچ جاتا ہے۔ دنیا میں افراط وتفریط اور مشکلات سے بچ جاتا ہے۔ روزے کی غرض وغایت یہی بیان کی گئی کہ اس کے نتیجے میں انسان میں وہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ کہ وہ اللہ کی نافرمانی سے بچتا ہے۔ روزہ رکھ کر انسان ان چیزوں سے بچنے کی گویا مشق کرتا ہے جس سے روزہ میں بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔ انسان حالت روزہ میں شدید پیاس اور بھوک کے باوجود کھانے پینے سے اس احساس کے باعث رکا رہتا ہے کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے' خواہ اسے کوئی اور دیکھنے والا ہو یا نہ ہو۔ یہ احساس انسان میں روزے ہی کی صورت میں پیدا ہوتا ہے۔ عام طور پر انسان جو بھی معصیت کرتا ہے' اس کے پیچھے یہی بات کارفرما ہوتی ہے کہ اس سے یہ احساس گم ہو جاتا ہے کہ اس کا رب اسے دیکھ رہا ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"کوئی شخص حالت ایمان میں زنا نہیں کرتا اور کوئی شخص حالت ایمان میں چوری نہیں کرتا لیکن یہ کہ ایمان اس کے دل سے نکل کر اس کے سر پر منڈلاتا رہتا ہے۔ اگر بعد میں توبہ کرلے تو واپس آ جاتا ہے ورنہ رخصت ہو جاتا ہے۔"

بہرحال گناہوں سے بچنے کی طاقت اور یہ کیفیت کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے' روزے ہی کی بدولت پیدا ہوتی ہے۔ لیکن اگر روزے کو رسم کے طور پر اختیار کرلیا جائے کہ کھانے پینے سے تو رکے رہیں اور دوسری چیزیں جن سے اللہ نے منع کیا ہے' ان کا خیال نہ رکھیں۔ مثلاً دھوکہ دہی' جھوٹ' سودی کاروبار' امانت میں خیانت اور وعدہ خلافی جیسے کبائر اور منکرات سے بچنے کا اہتمام نہ کریں تو روزے کے وہ مقاصد حاصل نہیں ہو سکتے۔ جن کے لئے روزہ فرض ہوا ہے۔ روزہ صرف کھانے پینے سے رکنے کا نام نہیں ہے بلکہ اللہ کی کامل اطاعت پر کاربند رہنے اور معاصی سے مکمل اجتناب کی کوشش کا نام ہے۔ اگر کسی معصیت میں آدمی پہلے سے مبتلا ہو تو روزے میں اسے ترک کرکے عزم کرے کہ آئندہ وہ اس میں کبھی مبتلا نہیں ہوگا۔ روزے کی فرضیت میں جو حکمتیں ہیں ان میں بہت اہم ہے کہ جو معصیتیں انسان کی زندگی میں ہوں ان سے بچنے اور رکنے کی مشق ہو جائے تاکہ باقی زندگی ان کو ترک کیا جاسکے۔ اس حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے:

"جس کسی نے روزے کے دوران جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہیں چھوڑا تو اللہ کو کوئی حاجت نہیں کہ وہ بھوکا پیاسا رہے۔"

یہ بات سمجھ میں آنے والی ہے کہ روزے میں اگر کھانے پینے سے رکنے کا حکم اللہ نے دیا ہے تو باقی معصیتوں سے بچنے کا حکم بھی تو اسی اللہ کا ہے۔ اگر اللہ کا ایک حکم پورا کیا جائے اور باقی احکامات کو پورا کرنے سے

روزہ صرف کھانے پینے سے رُکنے کا نام نہیں ہے' بلکہ اللہ کی کامل اطاعت پر کاربند رہنے اور معاصی سے مکمل اجتناب کی کوشش کا نام ہے

لاپروائی کی جائے تو یہ کلی نافرمانی کے زمرے میں آئے گا۔

رمضان المبارک کی عظمتوں اور برکتوں کے حوالے سے اب کچھ احادیث پیش خدمت ہیں تاکہ ہم میں رمضان کی سعادتوں اور برکتوں کو حاصل کرنے کا زیادہ سے زیادہ شوق پیدا ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''سرکش شیاطین کو ماہِ رمضان میں جکڑ دیا جاتا ہے اور جہنم کے تمام دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ کوئی ایک دروازہ بھی کھلا نہیں چھوڑا جاتا اور جنت کے تمام دروازے کھول دیئے جاتے ہیں کہ کوئی ایک دوازہ بھی بند نہیں رہتا اور ایک منادی کرنے والا منادی کرتا ہے' اے خیر کے طالب آگے بڑھ اور اے معصیتوں میں ڈوبے ہوئے انسان رک جا اور اللہ تعالیٰ اس ماہ میں بہت سے جہنمیوں کو آزادی عطا فرماتے ہیں اور یہ معاملہ روز ہوتا ہے۔'' (ترمذی)

ایک اور حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے رمضان المبارک کی فضیلت اور عظمت یوں بیان فرمائی ہے:

''حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''بنی آدم کے اعمال کا بدلہ دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک بڑھایا جاتا ہے' لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سوائے روزے کے' کیونکہ یہ خاص میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ عطا کروں گا۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ میرا بندہ میرے لئے اپنا کھانا پینا روک دیتا ہے۔ اور میرے لئے اپنی شہوت سے رک جاتا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

اس حوالے سے دیکھا جائے تو روزے میں مشقت کا پہلو چونکہ زیادہ ہوتا ہے۔ خاص طور پر گرمی کے موسم کے روزے میں پیاس کی شدت کو جس طرح بندہ کنٹرول کرتا ہے صرف اللہ کی رضا کے لئے۔ اس وجہ ہی سے روزہ کے لئے غیر معمولی جزاء کا ذکر ہے۔

آگے فرمانِ نبویؐ ہے:

''روزہ دار کے لئے دو مسرتیں ہیں۔ ایک افطار کے وقت' دوسری اللہ سے ملاقات کے وقت۔''

یعنی جب وہ روزے کا اجر دیکھے گا تو اسے خوشی ہوگی کہ یہ اس کی سوچ سے بہت زیادہ ہے۔

مزید فرمایا:

''روزہ دار کے منہ میں جو بدبو پیدا ہو جاتی ہے' وہ اللہ تعالیٰ کو مشک سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔''

اور فرمایا:

''روزہ ڈھال ہے (روزہ دار کے لئے) اور اگر کسی شخص کا روزہ ہو تو اسے نہ تو کوئی جھگڑا کرنا چاہئے اور نہ فحش کاموں میں حصہ لینا چاہئے۔ جب کوئی شخص روزے سے ہو اور اس سے کوئی جھگڑا کرے تو وہ کہہ دے میں روزہ سے ہوں''۔ (بخاری ومسلم)

روزہ ایک تو گناہوں سے بچنے کے لئے ڈھال ہے' دوسرے اگر روزے کے تقاضوں کو پورا کیا جائے تو جیسا کہ فرمایا کہ روزہ کی حالت میں لڑائی جھگڑے اور فحاشی کے کاموں سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے تو یہ روزہ جہنم کی آگ سے بچاؤ کے لئے بھی ڈھال بن جاتا ہے۔ گویا رمضان کا مہینہ ہمیں یہ موقع فراہم کرتا ہے کہ جو روحانی بیماریاں ہمارے اندر موجود ہیں ان کا جائزہ لے کر آدمی ان سے بچے اور انہیں اپنے اندر سے نکال باہر کرے۔ اگر کوئی اسے جھگڑے وغیرہ کی طرف مائل کرنے کی کوشش کرے تو اسے کہہ دے کہ میں تمہارے ساتھ ایسا کوئی معاملہ نہیں کرنا چاہتا کیونکہ میں روزے سے ہوں۔

بخاری ومسلم کی ایک اور حدیث میں نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں ایک خاص دروازہ ہے جسے ریان کہا جاتا ہے۔ قیامت کے دن اس میں سے روزہ داروں کو گزارا جائے گا۔ اس میں کوئی دوسرا شخص داخل نہ ہو سکے گا اور کہا جائے گا کہاں ہیں روزہ دار تو وہ کھڑے ہوں گے اور اس میں داخل ہو جائیں گے' جب لوگ اس میں داخل ہو جائیں گے تو پھر اسے بند کر دیا جائے گا''۔

یہ فضیلت ان لوگوں کے لئے ہے جو روزہ کی عبادت سے خصوصی شغف رکھتے ہیں یعنی رمضان کے علاوہ بھی روزوں کا اہتمام کرتے ہیں' جیسے نبی اکرم ﷺ کا معمول تھا کہ آپؐ ہر ماہ ایامِ ابیض کے ہر ہفتے' پیر اور جمعرات کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ شعبان کے مہینے میں روزوں کی کثرت فرمایا کرتے تھے۔ ان کے علاوہ آپؐ اور صحابہ کرامؓ کا معمول تھا کہ عام دنوں میں بھی روزہ رکھا کرتے تھے۔ اس حدیث میں ایسے ہی لوگوں کی طرف اشارہ ہے۔ (واللہ اعلم)

بخاری ومسلم کی ایک بڑی معروف حدیث ہے جس میں آپؐ نے فرمایا:

''جس نے رمضان کے روزے ایمان اور احتساب کی کیفیت سے رکھے اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور جس نے رمضان کی راتوں میں قیام کیا ایمان اور احتساب کی کیفیت کے ساتھ' تو اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ اور جو کوئی کھڑا رہا شب قدر میں ایمان اور احتساب کی کیفیت کے ساتھ' اس کے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے۔''

کتنی بڑی سعادت ہے اور ایک بندۂ مومن کے لئے اس سے بڑی خوشی کیا ہو سکتی ہے کہ اس ماہ مبارک کی برکت سے اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں۔ کسی کے پاس کوئی گارنٹی نہیں کہ اگلا رمضان حاصل ہوتا ہے یا نہیں۔ لہٰذا اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس ماہ رمضان میں ہمیں پوری سنجیدگی اور اہتمام کے ساتھ روزے رکھنے چاہئیں۔ رات کو نماز تراویح میں توجہ سے قرآن سننا چاہئے اور شب قدر کی تلاش میں آخری عشرے کی راتوں کو قرآن حکیم کی تلاوت اور اس پر تدبر میں وقت لگانا چاہئے تاکہ اس حدیث میں کئے گئے مغفرت کے وعدے کا مصداق بن سکیں۔ البتہ یہ امر قابل توجہ ہے کہ رمضان المبارک میں دن کے روزے کے ساتھ رات کے قیام کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں آنحضور ﷺ نے فرمایا: ''رمضان اور قرآن بندے کے لئے روزِ قیامت شفاعت کریں گے۔ روزہ کہے گا اے رب! میں نے اس بندے کو دن میں کھانے پینے سے روکے رکھا لہٰذا اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما۔ قرآن یہ کہے گا کہ اے میرے پروردگار! میں نے تیرے بندے کو رات کے وقت نیند سے روکے رکھا تو میری بھی شفاعت اس کے حق میں قبول فرما۔ پس ان دونوں کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ گویا رمضان اور قرآن کا آپس میں بہت گہرا تعلق ہے۔ لہٰذا ہمیں رمضان کے مہینے میں قرآن کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کا خصوصی اہتمام کرنا چاہئے۔ تاکہ قرآن کے پیغام سے آگاہ ہو سکیں اور اس کی تعلیمات کو اپنا سکیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں رمضان المبارک کی زیادہ سے زیادہ برکتوں اور رحمتوں سے فیضیاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

(مرتب: فرقان دانش خان)

''امیر تنظیم اسلامی'' محترم حافظ عاکف سعید صاحب رمضان المبارک میں دورۂ ترجمۂ قرآن اور دیگر پروگراموں میں شبانہ روز مشغول ہیں' لہٰذا رمضان المبارک کے دوران میں حافظ صاحب مسجد دارالسلام میں خطبۂ جمعہ نہ دے سکیں گے

داخلی اور خارجہ پالیسی میں رویے کا تضاد

ایوب بیگ مرزا

پاکستان کو حقیقی جمہوریت تو شاید چھپن سال میں ایک دن بھی نصیب نہیں ہوئی۔ نصف دور تو فوجی حکمرانی میں گزرا اور باقی نصف سول منتخب حکمرانی کا دور تھا۔ ان فوجی اور سول حکمرانوں کے انداز حکمرانی میں اس لحاظ سے بڑی مماثلت تھی کہ داخلی معاملات میں انتہائی سخت گیر' اپوزیشن کو دیوار سے لگا دو۔ الیکٹرونک میڈیا جو ہمیشہ حکومتی کنٹرول میں رہا اس میں اپوزیشن کو خوب بدنام کرو اور اپوزیشن کو ایک لمحہ کے لئے بھی اپنی صفائی کا موقع نہ دو' ان کے خلاف مختلف سکینڈل میڈیا کے ذریعے اچھالو ان کے خلاف جھوٹے سچے مقدمات دائر کرو' ان کی گرفتاریاں ڈالو' ان کی فیکٹریوں میں چھاپے مارو اور آخری حربہ یہ ہے کہ انہیں غدار قرار دے دو۔ سچ بات یہ ہے کہ منتخب سول حکمرانوں نے اس معاملے میں فوجی آمروں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔

لیکن خارجی معاملات میں غیروں سے ڈیل کرتے وقت انتہائی نرم خوئی' انتہائی رواداری کا مظاہرہ' فراخدلی ایسی کہ جس کی مثال نہ ملے۔ عجیب بات یہ ہے کہ داخلی اور خارجی پالیسی اپنانے میں اس متضاد رویے نے ہر حکومت کو نقصان پہنچایا۔ اس سے عوام میں اپوزیشن کے لئے ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوا۔ ان کے ووٹ بنک میں اضافہ ہوا اور ہر حکومت کی سخت بدنامی ہوئی لیکن پھر بھی ہر نئی حکومت نے اس رویے کو زیادہ زوردار انداز میں اپنایا۔ حکمرانی کا یہ انداز یوں تو قیام پاکستان کے فوری بعد ہی اپنا لیا گیا لیکن ایوب خان کے دور حکومت سے یہ انداز زیادہ واضح صورت میں سامنے آنا شروع ہوا۔ ایوب خان نے بھارت سے نہری پانی کا مسئلہ حل کیا۔ اس مسئلے کی وجہ سے دونوں ممالک متعدد بار جنگ کے دہانے پر پہنچ چکے تھے۔ ایوب خان نے اپنی کتاب "فرینڈز ناٹ ماسٹرز" میں لکھا ہے کہ بھارت سے نہری پانی کا مسئلہ طے کرتے وقت مجھے ایک جنگ اپنے انجینئروں سے لڑنی پڑی۔ **1962**ء میں جب ہند چینی جنگ ہوئی اس وقت پاکستانی افواج کو کشمیر میں واک اوور مل سکتا تھا۔ چین نے اپنے سفیر کے لئے ایوب خان کو پیغام بھی بھیجا کہ سنہری موقع ہے۔ آپ فائدہ اٹھا سکتے ہیں لیکن فراخدل ایوب خان نے ایسا کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اعلانِ تاشقند بھی ایوب خان کی فراخدلی اور رواداری کا مظہر تھا۔ لیکن ان ہی ایوب خان نے سیاست دانوں کو ایبڈو کیا۔ سیاسی جماعتوں پر طویل عرصے تک پابندی لگائے رکھی۔ اپوزیشن لیڈروں کو ان کے دور میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑی۔ وہ بھی مخالف سیاستدانوں سے مذاکرات اور افہام و تفہیم کے لئے تیار نہ ہوئے سوائے اپنے دور کے آخری حصہ میں جب وہ بحالیٔ جمہوریت کی تحریک سے بالکل بے بس ہو چکے تھے انہوں نے متعدد سیاستدانوں کو غدار قرار دے کر جیل میں سخت اذیت دی۔ ذوالفقار علی بھٹو' ضیاء الحق' نواز شریف' بے نظیر بھٹو سب کا رویہ اندرون ملک اپنوں سے ظالمانہ اور جابرانہ رہا جبکہ بیرون ملک غیروں سے ان کا رویہ بڑا نرم' ملائم اور مفاہمت آمیز تھا۔ ضیاء الحق نے بھٹو کو پھانسی لگانے کے معاملے میں کسی کی نہ سنی لیکن دہلی ایئرپورٹ پر گاندھی کو رکوع کے انداز میں سلام کیا۔ ان کی یہ تصویر خاصی شرمناک تھی۔ وہ راجیو گاندھی سے بھی خاصی محبت کا اظہار کرتے رہے لیکن جہانگیر بدر کو جیل کی کوٹھڑی میں کوڑے لگائے گئے۔ نواز شریف کو تو بھارتی حکمرانوں کی مسکراہٹ بڑی پیاری لگتی تھی اور زرداری پر آج تک جو بیت رہی ہے اس کی بنیاد نواز شریف ہی نے رکھی تھی۔ واجپائی کے دور میں بدمزگی پیدا کرنے پر جو تشدد شہباز شریف نے جماعت اسلامی کے کارکنوں پر کیا وہ اپنی مثال آپ تھا۔ سیاسی کارکنوں پر ایسا تشدد پاکستان میں پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ ان حماقتوں کی وجہ سے ہماری اندرونِ خانہ اس لڑائی میں بعض مرتبہ دوسرے ممالک بھی ملوث ہو گئے جن میں ایران اور سعودی عرب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ بعض مذہبی' علاقائی اور لسانی جماعتوں نے جنم ہی اس اندرونِ خانہ باہمی کشمکش کی وجہ سے لیا جس سے مذہبی فرقہ واریت اور صوبائی عصبیتوں میں خطرناک حد تک اضافہ ہو گیا۔ لسانی بنیادوں پر فسادات ہوئے' جن سے قومی اور ملکی مفادات علاقائی مذہبی اور لسانی مفادات کے ملبے تلے دب گئے۔ صدر مشرف نے جب اقتدار پر قبضہ کیا یا بقول ان کے انہیں اقتدار کی طرف دھکیلا گیا تو انہوں نے اپنی پہلی نشریاتی تقریر میں اپنا سات نکاتی ایجنڈا پیش کیا جو یقیناً قابل تحسین تھا۔ عام خیال یہ تھا اور خود انہوں نے اپنی زبان سے بھی یہ کہا کہ میں مختلف حکمرانوں سے ثابت ہوں گا۔ میں آزادی رائے کا شدت سے قائل ہوں لہٰذا میں قلم اور زبان پر کوئی پابندی عائد نہیں کروں گا۔ نہ صرف اخبارات کو لکھنے کی پوری آزادی ہوگی بلکہ الیکٹرونک میڈیا کو بھی آزاد کر دیا جائے گا اور پرائیویٹ ٹی وی چینل کے لئے لائسنس دیئے جائیں گے اور سچ بات یہ ہے کہ آزادی رائے کے حوالے سے ان کا فوجی دور یقیناً مبینہ عوامی ادوار سے کہیں بہتر تھا۔ لیکن ملکی اپوزیشن سے معاملات طے کرنے میں ان کا رویہ سابقہ حکمرانوں سے بدتر نہیں تو کسی سے بہتر بھی نہیں ہے۔ اور خارجہ پالیسی کے حوالے سے وہ کہیں نرم خو اور فراخدل ثابت ہوئے ہیں۔ بھارت سے مذاکرات کے لئے جس بے تابی کا اظہار اور جو منت ترلے صدر مشرف نے کئے ہیں کسی سابقہ حکمران نے نہیں کئے۔ یہاں اس بات کی وضاحت بہت ضروری ہے کہ راقم خود دوسرے خصوصاً ہمسایہ ممالک سے مذاکرات اور اچھے تعلقات کا زبردست خواہاں بلکہ وکیل ہے۔ اصل سوال اور قابل اعتراض بات یہ ہے کہ ہمارے حکمران یہ رویہ اندرون ملک اپوزیشن کے ساتھ کیوں نہیں اختیار کرتے۔ بھارت ہمارا ازلی دشمن ہے۔ اس نے ہمارے وجود کو کبھی دل سے تسلیم نہیں کیا۔ **1971**ء میں اسے موقع ملا اس نے اس سنہری موقع سے فائدہ اٹھایا اور پاکستان کو دو لخت کر دیا۔ پاکستان کی سلامتی اور سالمیت کے خلاف اس سے جو بن پڑا اس نے کیا۔ موجودہ بھارتی قیادت کے انتخابی منشور کا حصہ ہے کہ آزاد کشمیر سے پاکستان کا تسلط ختم کر کے اسے مقبوضہ کشمیر کا حصہ اور بھارت کا اٹوٹ انگ بنایا جائے گا۔ اس پر بھی ہمارے حکمران اس بھارتی قیادت کے پاؤں تلے ہاتھ رکھنے کو تیار ہیں لیکن اندرون ملک اپوزیشن جو پاکستانی بھی ہیں اور مسلمان بھی' ان کے معاملے میں برداشت' تحمل' نرم خوئی' رواداری اور فراخدلی کوئی شے بھی نام کو نہیں۔

آیئے اب اس نکتے کی طرف جس نے اتنی طویل تمہید باندھنے پر مجبور کیا کہ جاوید ہاشمی کو غداری کا مرتکب قرار دے کر گرفتار کر لیا گیا اور تا حال ان کا وکیل اور اہلِ خانہ بھی ان سے رابطہ نہیں کر سکے۔ یقیناً آئین میں درج

ہے کہ عدلیہ اور فوج کی تقدیروں اور تحریروں کو تختہ مشق نہیں بنایا جائے گا لیکن جب عدلیہ نظریہ ضرورت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالے گا اور فوجی طالع آزما پی سی او کی سولی پر اسے مصلوب کر دیں گے اور جب آئین کو سولہ صفحات کی فرسودہ دستاویز کہا جائے گا اور اس کے آرٹیکل کی فرسودہ دستاویز کہا جائے گا اور اس کے آرٹیکل 6 کو بھاری جوتوں تلے روند دیا جائے گا تو پھر کیسا آئین اور کہاں کی پاسداری۔

جاوید ہاشمی نے دعویٰ کیا ہے کہ انہیں فوج کے لیٹر پیڈ پر، جس پر فوج کا مونوگرام بھی بنا ہوا ہے، فوجی قیادت کے خلاف لکھا ہوا خط ملا ہے۔ حکومت کا کہنا ہے کہ یہ خط جعلی ہے۔ عین ممکن ہے کہ یہ خط جعلی ہو۔ خود راقم کی نظر میں اس خط کے جعلی ہونے کے روشن امکانات ہیں کیونکہ پاکستان کی فوج میں جس طرح کا ڈسپلن موجود ہے اس میں اس خط کا کسی فوجی کی طرف سے لکھا جانا قرین قیاس نہیں۔ لیکن حکومت نے اسے انتہائی بھونڈے انداز میں ڈیل کیا۔ اپنے لئے خوب بدنامی کمائی اور عوام میں جاوید ہاشمی کو قدآور لیڈر بنادیا۔ ملک کے مفاد میں خلوص اگر دونوں طرف ہوتا تو ہونا یہ چاہئے تھا کہ جاوید ہاشمی ایسا اشتعال انگیز خط چپکے سے فوجی قیادت کے سپرد کر دیتے۔ اس پر ایک انکوائری کمیشن قائم کیا جاتا۔ پہلے یہ ہوتا کہ یہ خط جعلی ہے یا اصلی۔ اگر جعلی ہے تو یہ جعلسازی کس نے کی ہے۔ عین ممکن ہے کہ خط جعلی ہونے کے باوجود جاوید ہاشمی بے گناہ ہوتے۔ کسی نے فوجی بن کر فوجی قیادت کے خلاف زہر اگلا ہو اور جاوید ہاشمی کو اس لئے پوسٹ کر دیا ہو کہ مسلم لیگ (ن) موجودہ حکومت کی بدترین دشمن ہے اور جاوید ہاشمی اس کے قائم مقام صدر ہیں۔ اس سے معاملے کو آسانی سے اچھالا جاسکے گا۔ ایک بات راقم کو کبھی سمجھ میں نہیں آئی کہ ہمارے حکمرانوں کو کون سمجھا دیتا ہے کہ اپوزیشن کے فلاں لیڈر کو گرفتار کرنے سے اس کی حکومت مضبوط ہو جائے گی اور اقتدار کی کرسی کو لاحق تمام خطرات ختم ہو جائیں گے۔ پھر حکومت کی مزید شہرت اور نیک نامی کے لئے پی ٹی وی چند تنخواہ دار قسم کے لوگوں کے منہ میں مائیک ٹھونس دیتا ہے جو قوالی اور مشاعرے کے سامعین کی طرح واہ واہ اور مرحبا مرحبا کی رٹ لگاتے ہیں اور حکمران یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ ان کی شہرت کو چار چاند لگ گئے ہیں۔ اس کالم میں حکمرانوں کی خدمت میں درجنوں مرتبہ عرض کیا گیا ہے کہ وہ ملک کے اندر افہام و تفہیم سے اتحاد و اتفاق کی فضا پیدا کریں۔ تحمل و برداشت اور رواداری کا مظاہرہ یقیناً دونوں اطراف سے ہونا چاہئے لیکن حکمرانوں کی ذمہ داری اپوزیشن سے کہیں زیادہ ہے کہ وہ صبر و تحمل کا مظاہرہ کرے۔ ہمارے حکمرانوں کو وزیراعظم جونیجو کا وہ رویہ اپنے لئے مشعل راہ بنانا چاہئے جو انہوں نے 10 اپریل 1986ء کو بے نظیر کے استقبال اور جلوس سے نمٹنے کے لئے اپنایا تھا۔ اس سیلاب کے آگے اگر جونیجو بند باندھتے یا رکاوٹیں کھڑی کرنے کی کوشش کرتے تو میں یہ کہنے کی جرأت رکھتا ہوں کہ اس سیلاب میں پاکستان کی سلامتی بھی بہہ سکتی تھی۔

بے نظیر کو پوری آزادی کے ساتھ سیاسی کھیل کھیلنے کی آزادی دی گئی۔ پھر وہ وقت بھی آیا کہ لاہور جو مذکورہ سیلاب کا منبع اور سرچشمہ تھا اسی لاہور میں بے نظیر نواز شریف کے ہاتھوں تمام نشستیں ہار گئی۔

اس کالم میں چونکہ خارجہ پالیسی کا حوالہ بھی آیا ہے لہٰذا بھارت کی پیش کردہ بارہ تجاویز اور حکومت پاکستان کی جوابی تجاویز کے ذکر کے بغیر بات تشنہ رہ جائے گی۔ بھارت کی ان تجاویز کا پس منظر یہ ہے کہ آج دنیا میں اگر دو ممالک کے مابین ٹینکوں اور میزائلوں سے گرم جنگ کی نوبت آ بھی جائے تب بھی آغاز سفارتی اور میڈیا کی سطح پر ہی ہوتا ہے لیکن اکثر و بیشتر دشمن ممالک کی جنگ سفارتی اور میڈیا کی سطح پر جاری رہتی ہے کیونکہ گرم اور گولہ بارود کی جنگ اب انتہائی خطرناک ہو چکی ہے اور صدر مشرف مذاکرات مذاکرات کی رٹ لگا کر سفارتی سطح پر بھارت پر بار بار حملہ کر رہے تھے۔ وہ سارک کانفرنس میں روسٹرم چھوڑ کر واجپائی سے ہاتھ ملانے ان کی سیٹ پر پہنچ گئے۔ انہوں نے بے شمار عالمی مورچوں پر یہ نعرہ لگایا کہ وہ بھارت کے ساتھ ہر جگہ، ہر وقت، ہر مسئلہ پر گفتگو کرنے کیلئے تیار ہیں۔ لہٰذا بھارت پر عالمی سطح پر یہ اخلاقی دباؤ تھا کہ اسے اتنی بے دردی سے پاکستان کا ہاتھ جھٹک نہیں دینا چاہئے۔ پھر یہ کہ بھارت نے ترنگ میں آ کر پاکستان سے فضائی رابطہ منقطع کر دیا تھا جس کا اسے مالی اور سیاسی نقصان اٹھانا پڑ رہا تھا۔ وہ فضائی رابطہ فی الفور بحال کرنا چاہتا ہے۔ لہٰذا ان بارہ تجاویز میں نمبر ایک تجویز تو فضائی رابطے بحال کرنے کی تھی۔ اس کے علاوہ ریل اور بس کے ذریعے رابطے بحال کرنا، کرکٹ تعلقات کی بحالی، ویزا دفاتر کا قیام، ماہی گیری کا مشترکہ زون، بیس پاکستانی بچوں کا مفت علاج، کراچی بمبئی فری سروس سفارتی اہلکاروں میں اضافہ اور راجستان سندھ بس سروس کا قیام قصہ مختصر ہر مسئلہ پر تجویز پیش کی گئی سوائے اُس ناسور کے جو فساد کی اصل جڑ اور جھگڑے کی اصل بنیاد ہے۔ کشمیر کا نہ صرف کوئی ذکر نہیں کیا گیا بلکہ سری نگر مظفر آباد بس سروس کے قیام کی تجویز پیش کر کے ظاہر کیا گیا کہ کشمیر طے شدہ مسئلہ ہے اور بھارت کا اٹوٹ انگ ہے لہٰذا یہاں بھی لاہور امرتسر کی طرح بس سروس شروع کی جاسکتی ہے۔ پاکستان کی طرف سے بھی اعلیٰ درجہ کی سفارت کاری بلکہ فنکاری کا مظاہرہ ہوا۔ بھارتی تجاویز کا بڑا خیر مقدم کیا گیا اور مذاکرات نہ کرنے پر افسوس کا اظہار بھی کیا گیا۔ بارہ تجاویز کے جواب میں پندرہ تجاویز دی گئیں یہاں تک کہ سرینگر مظفر آباد بس سروس کے قیام کا بھی خیر مقدم کیا گیا لیکن اس سفر کے لئے دستاویزات اقوام متحدہ کی استعمال ہوں اور اقوام متحدہ ہی اس کی مانیٹرنگ کرے، یہ شرط لگا کر خشک جنگل میں آگ لگا دی۔ بھارتی تجاویز کے حوالہ سے راقم کو بھی ایک سوال بھارت کی حکومت سے کرنا ہے۔ وہ یہ کہ فرض کریں فضائی ریل بس رابطے بحال ہو جائیں، کرکٹ کھیلی جانے لگے، ویزے دفتر قائم ہو جائیں، مکمل سفارتی تعلقات بحال ہو جائیں، سب کچھ ہو جائے لیکن کشمیر میں خون بہتا رہے۔ وہاں خواتین کی آبروریزی ہوتی رہے۔ مجاہدین جوابی کارروائیاں کرتے رہیں کیونکہ کوئی بھی شخص بقائمی ہوش و حواس یہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہوگا کہ کشمیر میں سب کچھ باہر سے دراندازی کی وجہ سے ہو رہا ہے اور اندرون کشمیر لوگوں میں سب اچھا ہے لہٰذا سب تجاویز کو قبول کرتے ہوئے بھی اصل مقصد یعنی امن کو کیسے حاصل کیا جاسکے گا۔ اگر کشمیر کے بہتے ہوئے خون نے دونوں ممالک کی افواج کو پھر آمنے سامنے صف آرا کر دیا تو ویزے دفتر اور مشترکہ ماہی گیر کے زون اور کرکٹ تعلقات کی بحالی سب بیکار ہو جائے گا۔ اور جنگ کے شعلے سب کچھ خاکستر کر دیں گے۔ اس کالم میں اٹھائے گئے نکات کے حوالے سے پاکستانی حکمرانوں سے ایک گزارش یہ ہے کہ اگر اندرون ملک اتفاق و اتحاد کی فضا پیدا نہ ہو سکی اور اگر اندرون ملک انتشار و افتراق کی صورت حال قائم رہی تو ایٹمی میزائل دھرے کے دھرے رہ جائیں گے اور ملکی سالمیت کا بیرونی دشمن سے تحفظ نہیں ہو سکے گا۔ ملک کے تحفظ کے لئے ایٹم بم کی افادیت اپنی جگہ لیکن اندرون ملک اتفاق، اتحاد، امن و امان، آزادی رائے کے لئے کھلی فضا، جمہوری اداروں کا استحکام خصوصاً آزاد اور دیانتدار عدلیہ کا قیام کہیں زیادہ اہم اور مفید تر ہے اور حرف آخر یہ ہے کہ حکمرانوں کو اپوزیشن کے بارے میں صبر و تحمل اور فراخدلی کا مظاہرہ کرنا چاہئے ورنہ احتجاجی تحریکیں چلتی رہیں گی، جوتوں میں دال بٹتی رہے گی اور ایٹمی قوت کا حامل ملک کمزور سے کمزور تر ہوتا چلا جائے گا اور اللہ نہ کرے کہ ایک دن بیرونی دشمن کا تر نوالہ بن جائے۔

ہمارے موجودہ حکمرانوں کو وزیراعظم محمد خان جونیجو کا وہ رویہ اپنے لئے مشعل راہ بنانا چاہئے جو انہوں نے 10 اپریل 1986ء کو بے نظیر بھٹو کے استقبال اور جلوس سے نمٹنے کے لئے اپنایا تھا

ٹی وی مذاکرہ

قائداعظم اور دستورِ پاکستان

حال ہی میں ''اے آر وائی'' ٹی وی پر اس اہم قومی وملی موضوع پر ایک مذاکرہ ہوا کہ پاکستان کے دستور اور نظامِ حکومت کے بارے میں قائداعظم کے نظریات کیا تھے۔ اس مذاکرے کے شرکاء مؤسس ''تنظیم اسلامی'' ڈاکٹر اسرار احمد' پروفیسر غفور احمد' حنیف رامے صاحب اور ایاز میر صاحب تھے۔ مذاکرے کے دوران ایک مرحلے پر لفٹنٹ جنرل (ر) حمید گل صاحب سے بھی ٹیلی فون پر رابطہ کر کے اس ضمن میں ان کی رائے طلب کی گئی۔ یہاں اس مذاکرے کی رپورٹ پیش کی جارہی ہے:

ڈاکٹر اسرار احمد

مؤسس تنظیم اسلامی اور داعیٔ تحریکِ خلافت محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے اپنی گفتگو میں احیائے خلافت کے بارے میں اپنے معروف خیالات کا اظہار کیا جو ڈاکٹر صاحب ہر موقع اور ہر تقریب میں برابر یاد دلاتے رہتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی اس تقریر میں بھی ناظرین کی توجہ اپنے اس ''خطاب'' کی طرف مبذول کرائی جو 2/اگست 1998ء کو الحمراء حال میں ''تحریکِ خلافت پاکستان'' کے زیرِ اہتمام منعقدہ سیمینار میں دیا تھا۔ اس سیمینار کا موضوع تھا: ''عہدِ حاضر میں نظامِ خلافت کا دستوری خاکہ'' سیمینار میں نظامِ خلافت کے دستوری و قانونی خاکے کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے کہا تھا کہ عہدِ حاضر میں انتظامیہ' مقننہ اور عدلیہ کو ریاست کے تین بنیادی ستونوں کی حیثیت حاصل ہے۔ ان حالات میں جدید اسلامی ریاست کے قیام کے لئے بنیادی رہنما اصول تو یقینی طور پر دورِ خلافت راشدہ سے لئے جائیں گے جبکہ مغرب نے طویل سماجی ارتقاء کے بعد جو ادارے تشکیل دیئے ہیں' انہیں بھی پیشِ نظر رکھنا ہوگا۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ خلافت راشدہ کا نظام وحدانی اور صدارتی طرز کا تھا' [illegible]ر حاضر میں امریکہ کا صدارتی نظام خلافت کے نظام کے تقاضوں سے قریب تر ہے۔ انہوں نے دورِ حاضر کے نظامِ خلافت کا دستوری خاکہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ

(۱) ریاست میں حاکمیت خداوندی کو تسلیم کیا جائے۔

(۲) قرآن وسنت کے احکامات کے خلاف ہر قسم کی قانون سازی ممنوع ہو۔

(۳) مخلوط قومیت کے مقبول عام تصور کی بجائے اسلامی ریاست کا مکمل شہری صرف مسلمان ہو البتہ غیر مسلموں کو اسلامی ریاست میں پارلیمنٹ کی رکنیت اور اعلیٰ پالیسی ساز اداروں کے کلیدی عہدے کے علاوہ جملہ حقوق حاصل ہوں گے۔

داعیٔ تحریک نے واضح کیا تھا کہ موجودہ جمہوری نظام ملوکیت ہی کا چربہ ہے اور فراڈ کے سوا اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ انسانی حقوق کا تصور اسلام ہی کا عطا کردہ ہے جو دورِ نبویؐ اور خلافت راشدہ میں اپنی اصل شکل میں جلوہ گر نظر آتا ہے۔ مگر امت مسلمہ انسانیت کو بیدار کر کے خود سوگئی۔

قرآن وسنت کی بالادستی کے بعد فقہی مسالک کے کردار کی وضاحت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ مختلف مکاتب فقہ اور ان کے مسالک کو ''نظائر'' کی حیثیت حاصل ہوگی جبکہ قرآن وسنت ملک کا اعلیٰ ترین قانون ہوگا۔ ڈاکٹر صاحب نے واضح کیا کہ جدید اسلامی ریاست میں سیاسی پارٹیوں کو کام کرنے کی مکمل آزادی حاصل ہوگی البتہ ملک کے دستور کی طرح سیاسی جماعتوں کے منشور میں قرآن و سنت کے احکامات کے منافی باتیں شامل نہیں کی جاسکتیں۔

داعیٔ تحریک نے کہا کہ قراردادِ مقاصد کے ذریعے اگرچہ دستوری لحاظ سے نظری طور پر پاکستان میں نظام خلافت قائم ہے مگر قراردادِ مقاصد سے متصادم آئینی دفعات کو برقرار رکھنے کے باعث قرآن وسنت کی بالادستی عملاً قائم نہیں ہورہی۔ لہٰذا قرآن وسنت کو ریاست کا سپریم لاء قرار دے کر وفاقی شرعی عدالت کے دائرہ اختیار پر عائد تمام پابندیاں ختم کر دی جائیں۔ شرعی عدالت میں علماء ججوں کا اضافہ کیا جائے اور شرعی عدالت کے جج حضرات کی شرائط ملازمت ملک کی اعلیٰ عدالتوں کے ججوں کے مساوی قرار دی جائیں۔ معاشی حوالے سے سودی نظام کا مکمل خاتمہ کیا جائے۔ اگر متذکرہ بالا اقدامات کر لئے جائیں تو ملک میں آئینی طریقے سے ''سافٹ انقلاب'' برپا ہوسکتا ہے مگر مفاد پرست اور مراعات یافتہ طبقات نے اس انقلاب کا راستہ روک رکھا ہے چنانچہ اب تبدیلی کے لئے ''ہارڈ انقلاب'' کا راستہ ہی باقی رہ جاتا ہے مگر اس کے لئے انتخابی سیاست اور ہنگامہ آرائی کی سیاست کا راستہ اپنانے کی بجائے انقلابی جدوجہد کا طریقہ کار اپناتے ہوئے پرامن اور منظم احتجاجی تحریک برپا کر کے ہی خلافت کا نظام رائج کیا جاسکتا ہے۔

داعیٔ تحریک نے نظامِ خلافت کے دستوری خاکے پر تفصیل سے روشنی ڈالنے کے بعد اپنے خطاب کے آخر میں فرمایا کہ بحیثیت مسلمان نظام خلافت کا قیام و احیاء ہمارا دینی فریضہ بھی ہے اور عصرِ حاضر کا تقاضا بھی۔ عدل و انصاف کی دلدادہ مظلوم انسانیت اسلام کے عطا کردہ عادلانہ نظام کی متلاشی ہے' چنانچہ ہم پاکستان کو اسلام کا گہوارہ بنا کر' اسلام کے عالمی غلبہ کی راہ ہموار کر سکتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اقبال کے خوابوں کی یہ سرزمین لازماً اسلام کا گہوارہ بنے گی مگر اس کے لئے ہم سب کو اپنے حصے کا کام کرنا ہوگا۔ انفرادی اصلاح اور اپنے دائرہ اختیار میں اسلام کے احکامات پر کاربند رہتے ہوئے اسلام کے غلبہ کی جدوجہد کرنے ہی سے یہ منزل سر ہوسکتی ہے۔

قائداعظم کی شخصیت کو مؤسس تنظیم ایک غیر معمولی شخصیت قرار دیتے ہیں۔ انہوں نے اپنی تصنیف ''استحکامِ پاکستان'' میں لکھ رکھا ہے: ''مسلمانانِ ہند کو ایک ایسے قائد کی ضرورت تھی جو انگریزوں کی اجتماعی نفسیات سے بھی کماحقہ' واقف ہو اور ان سے ان کی زبان اور محاورے میں گفتگو کر سکے۔ برطانوی پارلیمانی سیاست کے پیچ وخم اور اسرار و رموز سے بھی پوری طرح آگاہ ہو اور آئینی و قانونی جنگ لڑنے کی صلاحیت ومہارت سے تو بدرجۂ اتم مسلح ہو۔

مسلمانانِ ہند کے قائد وقت کے لئے دوسرا لازمی وصف یہ درکار تھا کہ وہ ہندوؤں کی ذہنیت کو اچھی طرح جانتا ہو اور ان کے احساسات وجذبات اور مقاصد وعزائم کا علم اسے بالواسطہ نہیں بلاواسطہ ذاتی تجربہ کی بنا پر حاصل ہوا ہو نیز وہ ان کے مخصوص طریقہ ہائے واردات سے بھی پوری طرح واقف ہو اور ان کے رموز واشارات کو بھی خوب سمجھتا ہو!

ان دونوں اوصاف کے مطلوبہ حد تک حصول اور ان دونوں گھروں کے ''بھیدی'' ہونے کے لئے لازمی تھا کہ وہ کافی مدت تک ع ''کہ میں اس آگ میں ڈالا گیا ہوں مثلِ خلیل'' کے انداز میں ان دونوں کے ''اندر'' رہا ہو اور اس کی ذہنی وفکری اُٹھان اور سیاسی و عملی تربیت بلاتشبیہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح' جن کی پرورش فرعون کے محل میں ہوئی تھی' ان دونوں ''دشمنوں'' کے گھروں میں ہوئی ہو! ---

کون نہیں جانتا کہ ان دونوں شرائط پر بتمام و کمال پورا اترنے والا شخص محمد علی جناح کے سوا کوئی نہیں تھا جس نے انگلستان میں قانون کی تعلیم حاصل کی اور وہاں قیام کے دوران انگریزوں کی نفسیات کا بھی گہرا مطالعہ و مشاہدہ کیا اور پارلیمانی طور طریقوں کو بھی خوب سمجھا اور اس طرح گویا انگریزوں سے ان ہی کے ہتھیاروں کے ساتھ جنگ کرنے کی صلاحیت بدرجۂ اتم حاصل کی' پھر تیس برس کی عمر (1906) سے جو انڈین نیشنل کانگریس کے ساتھ کام کرنا شروع کیا تو یہ تعلق پورے چودہ سال تو بھرپور انداز میں جاری رہا (قائداعظم نے کانگریس سے علیحدگی 1920ء کے ناگپور سیشن کے دوران اختیار کی تھی!) اس کے بعد وہ لگ بھگ آٹھ برس وہ ہندو مسلم اتحاد کے سفیر کی حیثیت سے کام کرتے رہے اور اصلاً اسی عرصہ کے دوران ان پر ہندو ذہنیت کا انکشاف ہوا۔

ظاہر بین لوگوں کے لئے یہ جملہ امور محض اتفاقیہ ہو سکتے ہیں لیکن ع ''جانتا ہے جس پہ روشن باطنِ ایام ہے!'' کے مصداق جن لوگوں پر باطنِ ایام بھی روشن ہوتا ہے اور جو جانتے ہیں کہ اس کائنات میں کوئی واقعہ بھی خالص ''اتفاق'' طور پر ظہور میں نہیں آتا' انہیں ان ''اتفاقات'' میں بلاشبہ حکمت وقدرتِ خداوندی کا ظہور نظر آئے گا!''

مزید انشراحِ صدر کے لئے ذرا ان اضافی دلائل کو بھی ذہن کے سامنے لے آیئے کہ اس وقت تک مسلمانوں کی قیادت دو ہی طبقات کے ہاتھوں میں رہی تھی --- ایک نوابوں' جاگیرداروں اور وڈیروں کا طبقہ اور دوسرا علماء کرام کا طبقہ۔ قائداعظم کا تعلق ان دونوں میں سے کسی سے نہ تھا۔ چنانچہ ایک طرف انہوں نے ایک ایسے تجارت پیشہ خاندان میں آنکھ کھولی تھی جو طبقۂ متوسط ہی نہیں اس کے بھی زیریں حصے سے تعلق رکھتا تھا۔ لہٰذا دنیوی اعتبار سے وہ جو کچھ بھی تھے بالکلیہ ''خودساختہ'' (Self Made) تھے۔ دوسری طرف ان کے والدین کا مذہب ''امامیہ اسماعیلیہ تھا'' اور اگرچہ وہ خود اوائل ہی میں ان فرقہ وارانہ تقسیموں سے بلند ہو گئے تھے اور اپنے آپ کو صرف مسلمان کہلوانا پسند فرماتے تھے لیکن جیسا کہ اس سے قبل عرض کیا جا چکا ہے نہ وہ واقعتاً ''مذہبی'' آدمی تھے نہ انہوں نے کبھی تکلفاً یا تصنعاً اپنے آپ کو اس رنگ میں پیش کرنے کی کوشش کی۔

اس سب کے باوجود وہ اگر برصغیر پاک و ہند کی دس کروڑ افراد پر مشتمل قوم کی اکثریت کے محبوب ترین رہنما بن گئے تو کیا یہ ''خارقِ عادت'' واقعہ نہیں ہے؟ اور کیا اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش ہے کہ یہ سب کچھ ''منجانب اللہ'' تھا اور اس لئے تھا کہ ان کے ذریعے اللہ کو اپنی ایک خصوصی مشیت کی تکمیل کرنی تھی؟''

حکمت وقدرتِ خداوندی کا ظہور' منجانب اللہ اللہ کی خصوصی مشیت کی تکمیل سے ڈاکٹر صاحب کی مراد پاکستان میں خلافتِ اسلامیہ کا نظام ونفاذ ہے۔

لفٹنٹ جنرل (ر) حمید گل صاحب

اے آر وائی ٹیلی ویژن کے مباحثے کے دوران میں جنرل صاحب سے ٹیلیفون پر رابطہ کیا گیا۔ انہوں نے بھی ڈاکٹر اسرار احمد کے خیالات کی تائید میں یہی کہا کہ قائداعظم کی زندگی کا بھرپور مطالعہ کرنے کے بعد وہ بھی اسی نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ان کا تصور پاکستان میں مدینہ کی طرز کی حکومت کا قیام تھا۔ اپنے قول کی تائید میں انہوں نے یہ فرمایا کہ جب ماؤنٹ بیٹن پاکستان کی قانون ساز اسمبلی میں 13/ اگست 1947ء کو تقریر کر رہے تھے تو انہوں نے اس امید کا اظہار کیا تھا کہ پاکستان میں ایک غیر متعصب لادین حکومت ہوگی۔ یہ بات سن کر قائداعظم سے ضبط نہ ہوا اور اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے ماؤنٹ بیٹن کو ٹوکتے ہوئے یہ حقیقت واضح فرما دی کہ پاکستان میں جدید طرز کی لادین حکومت ہرگز وجود میں نہیں آئے گی بلکہ یہاں پر مدینہ کی وضع کی اسلامی حکومت قائم ہوگی۔ مگر اس مضمون نگار کی دانست میں قائداعظم نے پاکستان کا مطالبہ دوقومی نظریہ کی بنیاد پر کیا تھا تاکہ ہندوستان کے جن علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت تھی وہ وہاں پر ہندوؤں کے زیرتسلط نہ رہیں گے مگر وہ پاکستان کو ایک حکومت الٰہیہ نہیں بنانا چاہتے تھے بلکہ ان کا منشا یہ تھا کہ یہ نئی مملکت جدید اور لامذہب ہوگی جس کے تمام باشندوں کو بغیر نسلی اور اقتصادی مواقع حاصل ہوں گے اور اپنی مذہبی سرگرمیوں کی اجازت ہوگی۔

جناب ایم ایم حسن

مذکورہ ٹی وی مباحثے میں شرکائے گفتگو کے خیالات سے متاثر ہو کر جناب ایم ایم حسن نے قائداعظم کی ایسی تقریروں کا انتخاب ''نوائے وقت'' (28 اکتوبر 2003ء) میں اپنے مشہور کالم ''ناطقہ سربگریباں ہے' اسے کیا کہئے'' میں شائع کرایا تھا اور تبصرہ آرائی بھی کی تھی۔ چند واقعات کے حوالے سے قائداعظم کے جو خیالات جناب ایم ایم حسن نے اپنے کالم میں شائع کئے تھے' ان کی تبصرے کے ساتھ یہاں پیش ہیں:

قائداعظم کا نصب العین پاکستان میں اسلامی حکومت کا قیام تھا۔ اگست 1941ء میں جب قائداعظم حیدرآباد تشریف لائے تو بعض نوجوانوں نے اسلامی تعلیمات کے حوالے سے سوالات کئے تھے۔ قائداعظم نے جواب میں یوں فرمایا: ''جب میں انگریزی زبان میں مذہب کا لفظ سنتا ہوں تو اس زبان کے مطابق لامحالہ میرا ذہن خدا اور بندے کی باہمی نسبت اور رابطے کی طرف منتقل ہو جاتا ہے لیکن میں جانتا ہوں کہ اسلام اور مسلمانوں کے نزدیک مذہب کا یہ محدود تصور نہیں ہے۔ میں نے قرآن مجید اور اسلامی قوانین کے مطالعہ کی اپنی طور پر کوشش کی ہے۔ قرآن مجید کی تعلیمات میں انسانی زندگی کے ہر گوشے کے متعلق ہدایات موجود ہیں۔ زندگی کا روحانی پہلو ہو یا معاشرتی' سیاسی ہو یا معاشی غرضیکہ کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جو قرآنی تعلیمات کے احاطے سے باہر ہو۔ قرآن کریم کی اصولی ہدایات اور طریق کار نہ صرف مسلمانوں کے لئے حسنِ سلوک اور آئینی حقوق کا جو حصہ ہے اس سے بہتر تصور ناممکن ہے۔

قائداعظم نے جب 1942ء میں مسلم لیگ کے ایک اجلاس میں شرکت کے لئے الٰہ آباد تشریف لے گئے تو اس موقع پر وکلاء کا ایک وفد آپ سے ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ ارکان وفد میں سے ایک وکیل نے قائداعظم سے پوچھا ''پاکستان کا دستور کیا ہوگا؟ کیا پاکستان کا دستور آپ بنائیں گے؟ اس کے جواب میں قائداعظم نے فرمایا ''پاکستان کا دستور بنانے والا میں کون ہوں؟ پاکستان کا دستور تو تیرہ سو برس پہلے بن گیا تھا'' آپ کے ان خیالات میں کسی مرحلہ پر بھی رتی بھر فرق نہ آیا۔

اس سال مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس کراچی میں منعقد ہوا جس میں قائداعظم نے فرمایا ''پاکستان میں جو آئین ہو گا وہ قرآن اور سنت کے مطابق ہوگا اور رائج الوقت قوانین میں جلد شریعت کے مطابق تبدیلی کی جائے گی کیونکہ ہر مسلمان کے دل کی پکار ہے۔''

تحریک پاکستان کے دوران 1944ء میں قائداعظم نے حیدرآباد دکن میں اپنے ایک انٹرویو میں پاکستان کے مطالبہ کی وضاحت کرتے ہوئے یہ فرمایا تھا کہ اسلامی حکومت کے تصور کا یہ امتیاز ہمیشہ ہمارے پیش نظر رہنا چاہئے کہ اس میں اطاعت اور وفاکیشی کا مرکز خدا کی ذات ہے۔ جس کی تعمیل کا عملی ذریعہ قرآن مجید کے احکامات اور اصول ہیں۔ اسلام کسی بادشاہ یا پارلیمنٹ کی کسی شخص یا ادارے کی اطاعت کا نام نہیں ہے۔ قرآن کریم کے احکام

ہی سیاست و معاشرت میں ہماری آزادی اور پابندی کے حدود متعین کرتے ہیں۔ اسلامی حکومت دوسرے الفاظ میں قرآن کے اصولوں اور احکامات کی حکمرانی ہے اور حکمرانی کے لئے آپ کو لامحالہ علاقہ اور مملکت کی ضرورت ہے۔

اسی طرح جب تحریک پاکستان کے سرگرم کارکن سید بدرالدین احمد نے **26** نومبر **1946**ء کو قائداعظم کے پاکستان کے نظریاتی تشخص کے حوالے سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا ''میرا ایمان ہے کہ قرآن و سنت کے زندہ و جاوید قانون پر ریاست پاکستان دنیا کی بہترین اور مثالی ریاست ثابت ہوگی۔ مجھے اقبال سے پورا اتفاق ہے کہ دنیا کے تمام مسائل کا حل اسلام سے بہتر کہیں نہیں ملتا۔ انشاءاللہ پاکستان کی نظام حکومت کی بنیاد لا الٰہ الا اللہ ہوگی اور یہ ایک فلاحی مثالی ریاست ہوگی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ پاکستان چند دن بھی زندہ نہ رہ سکے گا لیکن مجھے پختہ یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ہمیشہ قائم و دائم رکھے گا۔''

جولائی **1947**ء کا واقعہ ہے کہ قائداعظم کی رہائش گاہ **10** اورنگ زیب روڈ' دہلی میں قیام پاکستان کے ممکنہ مسائل کے حوالے سے نشست ہو رہی تھی۔ مولانا شبیر احمد عثمانی نے دیگر مسائل کے ساتھ ساتھ قائداعظم سے یہ دریافت فرمایا کہ پاکستان کا دستور کیسا بنایا جائے گا۔ قائداعظم نے فرمایا ''پاکستان کا آئین قرآن مجید ہوگا۔ میں نے قرآن مجید کو ترجمے کے ساتھ پڑھا ہے۔ میرا یہ پختہ یقین ہے کہ قرآنی آئین سے بڑھ کر کوئی آئین نہیں ہوسکتا۔ میں نے مسلمانوں کا سپاہی بن کر پاکستان کی جنگ جیتی ہے۔ میں قرآنی آئین کا ماہر نہیں۔ آپ اور آپ جیسے دوسرے علماء کو یہ میرا مشورہ ہے کہ آپ لوگ مل بیٹھ کر قائم ہونے والے پاکستان کے لئے قرآنی آئین تیار کریں۔''

اسلام کے اس شیدائی نے **30** اکتوبر **1947**ء کو لاہور کے ایک جلسہ عام میں اپنے دل کی بات یوں کہی ''ہم اپنے رب غفور کا شکر بجالاتے ہیں کہ جس نے ہمیں بدی کی قوتوں کا منہ موڑنے کے لئے ہمت استقلال اور ایمان کی دولت سے مالا مال کیا۔ اگر ہم اس معاملے میں تحریک اور رہنمائی قرآن مجید سے حاصل کریں تو میں ایک بار پھر کہوں گا کہ آخری کامیابی ہماری ہی ہو گی۔ ہماری اور فقط ہماری۔''

نواب بہادر یار جنگ

اے آر وائی کا مباحثہ پوری دنیا میں دیکھا گیا۔ ''تنظیم اسلامی'' کے ایک محب و مشفق جناب محمد علی صدیقی جدہ (سعودی عرب) میں بیٹھے یہ مباحثہ بڑے شوق سے دیکھ رہے تھے۔ یہ مباحثہ سننے کے بعد صدیقی صاحب کو بہادر یار جنگ کے مکاتیب یاد آئے جو کتابی صورت میں ''بہادر یار جنگ اکیڈمی' کراچی'' کے زیر اہتمام شائع ہو چکے ہیں۔ انہیں دوران مطالعہ ایک مکتوب موضوع سے متعلق محسوس ہوا جو نواب بہادر یار جنگ نے مولانا محمد علی' استاد شعبہ دینیات' جامعہ عثمانیہ' حیدر آباد دکن کو **18** اپریل **1944**ء کو لکھا تھا۔ اس مکتوب کی فوٹو کاپی محترم صدیقی صاحب نے ''ندائے خلافت'' کے قارئین کرام کے مطالعے کے لئے ارسال کی ہے' جو ان کے شکریئے کے ساتھ ہدیۂ قارئین ہے:

24 ربیع الثانی **1363**ھ

(مطابق **18** اپریل **1944**ء)

مولانا محمد علی صاحب

استاد شعبہ دینیات' جامعہ عثمانیہ

صدیق مکرم زادت الطافکم' السلام علیکم ورحمتہ اللہ

ابھی غسل خانہ سے سفر کی تکان دور کر کے نکلا تھا کہ آپ کا اخلاص نامہ ملا۔ شروع سے آخر تک اس کو نہایت غور سے پڑھا۔ گو آپ نے خود ہی آخر میں اس ارادہ کا اظہار فرمایا ہے کہ کسی دن زحمت فرمائیں گے لیکن اس وقت ایک مختصر جواب پیش کر رہا ہوں۔

آپ کے ارشادات سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے میرا سطحی نہیں بہت گہری نظر سے مطالعہ فرمایا ہے۔ آپ کے خط کے جواب تین طرح کے ہوسکتے ہیں بہت مختصر اور ایک جملہ میں یہ کہ آپ کا اندازہ بالکل صحیح ہے۔ میں اسی طرف جا رہا ہوں یا لے جا رہا ہوں جس طرف آپ کی توجہ ہے۔ دوسرا بہت تفصیلی جس کے لئے ملاقات ہی صحیح طریقہ ہوسکتا ہے لیکن تیسرا بالا جمال تاکہ یہ اجمال کی اساس بن سکے۔

پہلے اجازت دیجئے کہ خود اپنے بے لاگ جائزہ لوں جس میں نہ انکسار ہو نہ تعلّی شاعرانہ۔ میری قابلیت علمی چاہے علوم السنۂ شرقیہ کے متعلق ہو' علوم حدیثیہ' مغربیہ کی نسبت' بہت سطحی اور بقدر ضرورت ہے۔ انکسار انہیں حقیقتاً گناہ گار ہوں اور اس روحانی طاقت اور تقویٰ کی قوت سے بے بہرہ جو ایسے عزائم رکھنے والے کے لئے درکار ہے۔ لیکن قوم کی اجتماعی فکر کو سمجھنے اور اس سے کام لینے کی بے پناہ صلاحیت قدرت نے مجھے عطا فرمائی ہے اور صرف یہی صلاحیت میری اس وقت تک کی کامیابی کا اصلی راز ہے مجھے ہر وقت اپنی بے راہ روی کا اندیشہ رہتا ہے۔ ڈرتا ہوں' دعائیں کرتا ہوں اور امرھم شوریٰ بینھم کو اپنا دنیوی سہارا سمجھتا ہوں۔ میرے بنیادی معتقدات میں سے یہ ہے کہ جس جماعت سے تو مۂ حق کی عادت جاتی رہتی ہے وہ کبھی خسران سے بچ کر منزل فلاح تک نہیں پہنچ سکتی۔ اس لئے خلوص نیت کے ساتھ وصیت و نصیحت کی جائے اس کو خدا کی رحمت اور نصیحت کرنے والے کی سب سے بڑی عنایت سمجھتا ہوں۔ آپ کا ممنون ہوں کہ آپ نے آج کے مکتوب میں اس کی طرف توجہ فرمائی۔ اب سنئے میری منزل کیا ہے؟ میری منزل مسلمان کو منفرداً اور جماعت اسلامیہ کو مجتمعاً منہاج نبوت پر دیکھنا ہے۔ میرا عمل' میری مجلس کی قراردادیں اور میری تقاریر اس اجمال کی تفصیل ہیں۔ گو ہمت عالی کے نزدیک یہ منزل بھی ایک سنگ میل ہے اور حقیقی منزل' تاج خلافت الٰہیہ کا زیب سر کرنا اور فرشتوں کو اپنے سامنے سجدہ ریز دیکھنا ہوسکتا ہے' لیکن میں ان سب کو اپنے نصب العین کے لازمی نتائج تصور کرتا ہوں جس طرح آگ سے لازماً گرمی ملتی ہے اسی طرح طریق مصطفویؐ کا سالک بے کھٹکے انتم الاعلون کا مخاطب ہوجاتا ہے۔ امت وسط بن جاتا ہے' خیرامت ہوجاتا ہے اور انا جعلنا کم خلائف فی الارض کا مصداق قرار پاتا ہے۔

مسلم لیگ کے ساتھ اسی لئے ہوں کہ غیر شعوری طور پر اس کا قائد اسی منزل کی طرف جا رہا ہے۔ پاکستان کے دستور حکومت کی تحریک اس سال کے اجلاس میں نہ آسکی اور مجلس موضوعات نے اس کو قبل از وقت اور خلاف مصلحت قرار دیا۔ لیکن یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ اس مقصد کو مقصد حیات سمجھنے والوں کا ایک خاصہ بڑا گروہ لیگ میں پیدا ہوگیا ہے اور آپ حیران ہوں گے کہ یہ سب کے سب دیوانے' داڑھی منڈے اور اصطلاحاً غیر عالم ہیں۔ ان کی مایوسی سے دل کو رنج ہوا۔ آخری اجلاس کی آخری تقریر میری یا وہ گوئیاں تھیں۔ اس میں اس موضوع پر تفصیلی بحث رہی اور لیگ کے پلیٹ فارم سے اللہ نے میری زبان سے اعلان کروایا کہ پاکستان کا دستور الٰہی دستور وہاں کی حکومت قرآنی حکومت ہوگی اور سب سے بڑھ کر قابل مسرت یہ کہ جب میں دوران تقریر اس مقام پر پہنچا تو قائداعظم نے زور سے اور بڑے جوش سے میز پر مکا مار کر فرمایا تم بالکل درست کہتے ہو'' اور میں نے فوراً اعلان کر دیا کہ قائداعظم سے میرے قول پر سند تصدیق مل گئی۔

راہ کی مشکلات کا کچھ نہ پوچھئے۔ قائداعظم کی راہ میں انگریز ہیں' ہندو ہیں اور خود ان کی جماعت کے منافقین ہیں۔ اور میرے راستہ میں ان سب سے بڑھ کر ایک اور طاقت ہے' جس کو نہ توڑ سکتا ہوں' نہ جس کے رہتے اپنی منزل کی طرف بڑھ سکتا ہوں' اپنی فکر کی واماندگیوں کا حال ممکن نہیں کہ زبان قلم سے ظاہر کرسکوں۔

کسی دن ضرور ملئے تاکہ دل کی بھڑاس نکلے۔ لیکن وقت کا تعین بذریعہ ٹیلیفون کر لیجئے کہ میں بھی فرصت نکال سکوں۔ میں پھر کہتا ہوں کہ آپ میرے لئے دعا کیجئے۔ مجھے آپ کی دعا کے قبول ہونے کا اس لئے یقین ہے کہ اس میں اخلاص ہوگا اور وہ ہر غرض بے جا اور تقاضہ کے نفس سے پاک ہوگی۔

(مرتب: فریداللہ خان مروت)

ایشیا سے آگے

اسلام کا مقدمہ

زیر نظر کتاب کا عنوان ہے ''ایشیا کا مقدمہ'' اور اس کے مصنف ہیں ڈاکٹر مہاتیر محمد۔ یہ اُن کی انگریزی تصنیف "A New Deal for Asia" کا اردو ترجمہ ہے۔ ایشیا سے مصنف کی کیا مراد ہے؟ کتاب کے دیباچہ نگار محترم فرخ سہیل گوئندی نے لکھا ہے: ''آج امریکا میں جب آپ کہتے ہیں کہ میں ایشیائی ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں چین یا فار ایسٹ (مشرق بعید) کا رہنے والا ہوں' یعنی امریکا جوکہ آج معاشی واقتصادی طور پر ترقی یافتہ تہذیب ہے۔ اُن کی دانست میں ایشیا' چین یا اس بحرالکاہل کے اردگرد کے ممالک تک محدود ہوگیا ہے' یعنی آج کا ایشیا اُن کے لئے وہ ہے جو اقتصادی طور پر مضبوط یا اُبھرتا ہوا ایشیا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ عام امریکی یہ جانتا تک نہیں کہ مشرق وسطیٰ جنوبی ایشیا' وسطی ایشیا اور دیگر ایشیائی خطے بھی ایشیائی براعظم میں شامل ہے۔ تہذیبیں مضبوط اقتصادیات وتمدن سے پہچانی جاتی ہیں۔ وقت زمانے اور تاریخی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ خطے اپنا لوہا منواتے ہیں۔ زمینی جغرافیہ تو اپنی جگہ قائم رہتا ہے' مگر سیاسی' اقتصادی اور معاشی جغرافیہ بدل جاتا ہے۔''

اس کتاب میں ڈاکٹر مہاتیر محمد نے اسی بڑے اور وسیع ایشیا کا مقدمہ پیش کیا ہے اور صرف چین یا مشرق بعید کا مقدمہ پیش نہیں کیا۔ ڈاکٹر مہاتیر ملائیشیا کے موجودہ وزیراعظم ہیں۔ وہ 1925ء میں پیدا ہوئے۔ اپنے بچپن کے بارے میں وہ خود لکھتے ہیں: ''میں اپنے والدین کے دس بچوں میں سب سے چھوٹا تھا۔ میرے والدین کا تعلق لوئر مڈل کلاس سے تھا اور ہم لوگ ایک ایسی جگہ پر رہتے تھے جسے آج کل جھونپڑی کہا جائے گا۔ میرے والد سکول میں ٹیچر تھے۔ انہوں نے اپنے کنبے کی پرورش روایتی انداز میں کی' جس میں اُن کی خاص توجہ نظم وضبط اور تعلیم پر تھی۔ میں اس لحاظ سے بہت خوش قسمت رہا کہ میں نے اچھی تعلیم حاصل کی' پہلے ملایا زبان میں اور بعد میں علاقے کے واحد انگلش میڈیم سکول میں۔ میرے والد صاحب' جنہوں نے صرف قرآنی تعلیم حاصل کر رکھی تھی مجھے قرآن پڑھایا۔ میرا ایک دینی معلم بھی مقرر کیا گیا تھا جو کہ گھر آ کر مجھے قرآنی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی علوم اور ایمانیات کی تعلیم دیتا تھا۔ اگرچہ ہمارا گھرانہ کوئی شدید مذہبی جذبات نہیں رکھتا تھا' مگر پھر بھی ہم لوگ اسلامی عقائد سے جڑے ہوئے تھے۔ اس چیز نے مجھے زندگی میں ایک اچھی ابتدا دی' جس کی بنیاد ایک مضبوط خاندان' اچھی تعلیم اور پاکیزہ دینی ماحول تھا۔''

حصولِ تعلیم کے دوران میں ڈاکٹر مہاتیر اپنے ملک کی آزادی کی تحریک میں بھی حصہ لیتے رہے۔ اپنے ملک کی سیاست میں پُرجوش اور فعال سرگرمی کے نتیجے میں 1980ء میں وزیراعظم منتخب ہوئے اور اُس وقت سے مسلسل اس منصب پر منتخب ہوتے چلے آ رہے ہیں۔ نوے کی دہائی میں انہوں نے ملائیشیا کو سماجی اور معاشی لحاظ سے ''ترقی یافتہ'' بنانے کے لئے ''ویژن 2002ء'' کا تصور پیش کیا: ''ہماری خواہش ہے کہ ملائیشیا 2020ء میں ہر لحاظ سے ایک ترقی یافتہ صنعتی ملک بن چکا ہو۔ ہم اپنے پلان میں سو فی صد کامیابی کے لئے ہر ممکن کوشش کریں گے۔

تیس سال ملائیشیا کو ایک مکمل صنعتی ملک میں تبدیل کرنے کے لئے مناسب وقت ہے۔''

اس تصور کے زیر اثر ملائیشیا ''ایشین ٹائیگر'' بننے کی کوشش میں تھا کہ ترقی یافتہ مغربی طاقتوں کو اُن کا یوں ابھرنا پسند نہ آیا اور انہیں ہر طریقے سے ہراساں کرنے کی کوشش کی۔ 1996ء میں ایشیا میں کرنسی کا بحران پیدا کر کے ملائیشیا کی ترقی کا راستہ مسدود کر دیا گیا۔ لیکن مہاتیر پوری مزاحمتی طاقت سے اُن کے خلاف ڈٹ گئے اور ''بین الاقوامی مالیاتی فنڈ'' اور ''عالمی بنک'' کے نسخہ جات پر عمل کرنے کی بجائے' اپنی آزادانہ فکر سے زر کی مقررہ شرح مبادلہ اور سرمایے پر سخت کنٹرول سے اس بحران پر نہ صرف قابو پایا بلکہ جب بحران سے نکلے تو دنیا نے دیکھا کہ ملائیشیا ''ایشیا کا ٹائیگر'' اور اس کا خالق ڈاکٹر مہاتیر محمد گلوبلائزیشن اور نئے عالمی اقتصادی نظام کے خلاف سب سے اونچی آواز ہے۔ یہ ایک ایسے رہنما کی آواز ہے جو سیاست داں ہے' طبیب ہے' پالیسی ساز ہے' منتخب جمہوری قائد ہے' مصنف ہے' محقق ہے' حقیقت نگار ہے اور زمینی حقائق کی بنیاد پر رائے قائم کرتا ہے۔

اپنی اس کتاب کے سات ابواب میں انہوں نے پوری تفصیل سے اپنی ذاتی کہانی اختصار کے ساتھ بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ایشیائی تہذیب واقتصادیات کے تمام پہلوؤں پر اور بالخصوص ملائیشیا کو ایک بڑی معاشی طاقت بنانے کے معاملات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اس کتاب میں 1997ء تک کے حالات سما گئے ہیں۔ اس سال کے بعد امریکا کے سینئر اور جونیئر بش کے عہد صدارت میں افغانستان اور عراق کی مثالیں قائم کرتے ہوئے ڈاکٹر مہاتیر محمد نے جس بلند نظری اور بلند آہنگی کے ساتھ اسلام کی صحیح اور سچی اقدار کی پاسداری میں بیانات جاری کئے ہیں۔ اُن سے وہ دنیائے اسلام اور سوا ارب اسلامیانِ عالم کے سب سے محبوب قائد کی صورت میں ابھر کر سامنے آئے ہیں۔ یہاں تک اُن کے دشمن نمبر ایک اسرائیل کو حالیہ اسلامی کانفرنس تنظیم کے موقع پر ''یہودی انسانی حقوق'' کی تنظیم کے سربراہ افرائم زوروف نے دنیا کی جمہوری (نام نہاد امریکا وغیرہ) اقوام سے اپیل کی ہے کہ وہ مہاتیر محمد کو خاموش کرائیں' کیونکہ یہ شخص یہودیوں کا سخت دشمن ہے کہ اپنی دشمنی کو چھپاتا بھی نہیں۔ اب وقت آ گیا ہے کہ اس شخص کو یہودیوں کے خلاف سرعام نفرت پھیلانے سے روکا جائے۔''

جبکہ وقت ایسا آ گیا ہے کہ ڈاکٹر مہاتیر محمد 30 اکتوبر سے ملائیشیا کی طویل ترین کامیاب وزارتِ عظمیٰ سے ازخود سبک دوش ہو رہے ہیں۔ اب ان کا سب سے بڑا منصب اسلامی کانفرنس کی تنظیم (او آئی سی) کی صدر نشینی ہے۔ یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ اُن کے عہد صدارت میں دنیائے اسلام کی وحدت واتحاد کا خواب پورا ہوگا۔ اُن کی زیر نظر کتاب ''جمہوری پبلی کیشنز'' (الحجر بلڈنگ' نیلا گنبد' لاہور) نے ڈاکٹر مہاتیر محمد صاحب کی اجازت اور منظوری سے اردو میں شائع کر کے نہ صرف اردو' بلکہ پاکستان' ملائیشیا اور اسلام کی خدمت کا ثبوت دیا ہے۔ قیمت ڈیڑھ سو روپے ہے۔

(تبصرہ نگار: سید قاسم محمود)

تحریک جہاد کا اصل مقصد

دراصل تحریک جہاد پہلی تحریک تھی جو براہ راست سلطنت یا حکومت کے لئے جدوجہد نہیں کر رہی تھی' بلکہ ایک فضا اور ایک ماحول تیار کرنے کی خواہاں تھی اور اسی کے بل پر قائدین نے عوام کو منظم کر کے ہتھیار سنبھالنے کی طرف بلایا۔ چنانچہ جب جہاد شروع ہوگیا تو اس دوران میں ایک مقام پر سید احمد صاحب نے شب خون کی اجازت دے دی' جس کے نتیجے میں سکھ فوج کو خاصا نقصان برداشت کرنا پڑا۔ اس موقع پر سکھوں کی فوج کے قائد سردار بدھ سنگھ نے سید احمد کے نام ایک مکتوب بھیجا۔ یہ فارسی میں تھا اس کی اہمیت اس لئے بھی بہت زیادہ ہے کہ اس کے جواب میں انہوں نے اپنے موقف کی تفصیلی طور پر وضاحت کی ہے اور دراصل یہی موقف تھا جو غیر شعوری طور پر مسلمانوں کی تحریکوں کی روایت بن گیا۔

برصغیر ہندوستان میں اب تک سیاست اور سیادت کا معاملہ صاحبِ شمشیر تک محدود رہا تھا۔ اس سلسلے میں ابھی عالم دین کے ہاتھ نہ تو سیاست اور سیادت آئی تھی اور نہ اس نے براہ راست اس کے حصول کے لئے کوئی عملی قدم اٹھایا تھا۔ یہ عمل پہلی بار انیسویں صدی میں شروع ہوا اور اس عمل نے حقیقتاً ہماری سیاسی اور سماجی زندگی میں زبردست ردعمل پیدا کیا۔ یہاں دینی عقائد اور اصولوں کی بنیاد پر حکم لگانا مقصود نہیں' صرف ان پہلوؤں کو اجاگر کرنا مقصود ہے کہ براہِ راست علماء اور آئمہ دین نے ہندوستان میں اپنے ہاتھ میں شمشیر وسنان سنبھالنے کا تجربہ انیسویں صدی ہی میں کیا ہے۔ اس سے پہلے بادشاہ کی سیادت تسلیم ہوتی رہی ہے۔ اسی کے ذریعے احکام شریعت کے نفاذ پر زور دیا جاتا رہا ہے اور اس طرح سے زندگی قریب قریب دو خانوں میں بٹ گئی تھی' ایک خانہ عملی سیاست اور سلطنت کا اور دوسرا درس و تدریس اور رشد و ہدایت کا۔ یہ درست ہے کہ صاحب رشد و ہدایت او درس و تدریس ہمیشہ صاحب سلطنت اور اس کے عمال پر اثر انداز ہوتے رہے ہیں' لیکن انہوں نے خود آگے بڑھ کر سلطنتوں کے قیام کے لئے جہاد نہیں کیا تھا۔ اب یہ تجربہ پہلی بار ہو رہا تھا اور اس تحریک کے اکابرین کو خود بھی یہ محسوس ہو رہا تھا کہ یہ تجربہ نیا ہے اور لوگوں کو اس تجربے سے مانوس کرانا ضروری ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ سید احمد بار بار اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ ان کا کام صرف احیائے دین ہے' قیام سلطنت نہیں ہے اور سلطنت کا بار اٹھانا ان کے بس میں نہیں ہے۔

عوامی تحریکوں کی کامیابی کے لئے سب سے زیادہ ضروری بات یہ ہوتی ہے کہ عامۃ الناس تک تحریک کے صحیح اور اصل مقاصد پہنچائے ہی نہ جائیں بلکہ ان کو ان کی سچائی اور درستی کا پوری طرح یقین دلایا جائے۔ اس لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ بار بار اس بات کو دہرایا جائے کہ یہ تمام جدوجہد عظیم اصولوں اور ارفع و اعلیٰ مقاصد کے لئے کی جا رہی ہے۔ اس میں ذاتی غرض شامل نہیں ہے۔ یہ کام سید احمد اور ان کے رفقائے کار شاہ اسماعیل نے اپنے مکتوبات اور وعظوں سے مسلسل کیا ہے اور بار بار لوگوں کو ذہن نشین کرایا ہے کہ وہ جو جدوجہد کر رہے ہیں' اس کا مقصد سلطنت کا حصول نہیں ہے بلکہ اعلائے کلمۃ الحق ہے۔ اسی لئے مولانا مہر لکھتے ہیں:

''سید احمد سے پہلے جتنے آدمی معمولی حیثیت سے اٹھ کر لشکر کے مالک بنے تھے' وہ ملک یا ریاستیں سنبھال کر بیٹھ گئے تھے۔ ایک قریبی مثال نواب امیر خاں مرحوم کی تھی جس کے ساتھ سید صاحب سات آٹھ برس گزار چکے تھے۔ ان مثالوں کی بنا پر مختلف قلوب میں یہ وسوسہ پیدا ہونا بعید از قیاس نہ تھا کہ سید صاحب بھی ملک و ریاست کے طلب گار ہیں۔ اس زمانے میں للّٰہیت اس درجہ کم یاب تھی کہ عام لوگ اس کا صحیح تصور بھی نہ کر سکتے تھے' جس طرح ہمارے زمانے میں نہیں کر سکتے۔ فکر و نظر کا پیمانہ ایسا بن گیا تھا کہ کسی شخص کی کوئی سرگرمی اور کوئی جدوجہد ذاتی اغراض کے لوث سے پاک نہ سمجھی جا سکتی تھی۔ پھر سب لوگ جانتے تھے کہ سید صاحب امیر خاں کے رفیق تھے۔ یہ بھی جانتے تھے کہ امیر خاں ٹونک کا مالک بن کر بیٹھ گیا تھا۔ اکثر نے یہی سمجھا ہوگا کہ سید صاحب بھی اپنے لئے ایک الگ جداگانہ ریاست پیدا کرنا چاہتے ہیں' اس لئے آپ کو اپنا مطمع نظر بار بار واضح کرنے کی ضرورت پیش آتی رہی اور یہ مضمون آپ کے مکاتیب میں بیسیوں مرتبہ دہرایا گیا۔''

سیاست اور سیادت کی بنیاد

اس تحریک کے اکابرین کے مکتوبات اور تحریروں میں بے شمار ایسی مثالیں موجود ہیں جن میں اس تحریک کے وہ خط و خال نمایاں ہوتے ہیں جو اسے اس سے پہلے کی لشکر کشیوں اور جنگوں میں ممیز کرتے ہیں۔ دراصل یہ پہلی تحریک تھی جو براہ راست سلطنت کے لئے جدوجہد نہیں کر رہی تھی بلکہ ایک فضا اور ایک ماحول تیار کرنے کی خواہاں تھی اور اسی کے بل پر اس نے عوام کو منظم کر کے ہتھیار سنبھالنے کی طرف بلایا۔ چنانچہ جب جہاد شروع ہوگیا تو شب خون کی اجازت دے دی جس کے نتیجے میں سکھ فوج کو خاصا نقصان برداشت کرنا پڑا۔ اس موقع پر سکھ فوج کے قائد سردار بدھ سنگھ نے سید احمد کے نام ایک مکتوب بھیجا۔ یہ فارسی میں تھا' اس کی اہمیت اس لئے بھی بہت زیادہ ہے کہ اس کے جواب میں سید احمد نے جو خط بھیجا اس میں انہوں نے اپنے موقف کی تفصیلی طور پر وضاحت کی ہے اور دراصل یہی موقف تھا جو غیر شعوری طور پر مسلمانوں کی تحریکوں کی روایت بن گیا ہے۔ سردار بدھ سنگھ لکھتے ہیں:

''شرافت' منزلت' سیادت و مرتبت فضیلت پناہ' عبادت انتباہ' زبدۃ الفضلا العظام سید احمد صاحب سلمہ۔ واضح ہو کہ اتنی مسافت طے کرنے کے بعد اور اتنے دور دراز ملک سے آ کر آپ نے لڑائی کی طرح ڈالی اور لباس شہادت کو اپنے اوپر آراستہ کیا ہے تو لازم تھا کہ جنگ و مقابلہ میدان میں نکل کر ہو۔ طمع نفسانی سے شہر حضرو کے غربا اور بیوپاریوں پر شب خون اور چھاپہ مارنا ذلت اور ہمیشہ کی بدنامی کی بات ہے۔ اسی کے ساتھ آپ کے ہمراہی جس طرح شیشے کو پتھر سے مارا جائے' اسی طرح معدوم ہوگئے۔ اب بھی آپ اصل سید اور بڑے سردار ہیں تو باہر نکل کر صاف صاف مقابلہ کیجئے' چھپ کر لڑنے سے دنیا اور دین کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا' اور اگر فرار اختیار کریں گے تو دونوں جہان کے نفع سے خالی ہاتھ جائیں گے۔''

اس مکتوب کے جواب میں خود سید احمد نے جو مکتوب روانہ کیا' وہ دراصل بنیادی اصولوں اور تحریک کے خصوصی موقف کا حامل ہے۔ سید احمد اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں:

سید احمد کا مکتوب

''امیر المومنین سید احمد کی طرف سے سپہ سالار جنود وعساکر' مالک خزائن ودفائن' جامع ریاست وسیاست' ہادی امارت و ایالت' صاحب شمشیر جنگ' عظمت نشان' سردار بدھ سنگھ (اللہ اس کو سیدھے راستے کی ہدایت دے اور اس پر توفیق کی بارش کرے) واضح ہو کہ آپ کا گرامی نامہ جو اظہار مراتب شجاعت و شہامت کے دعاوی پر مشتمل ہے' پہنچا اور اس کے مضمون سے آگاہی ہوئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ میرا اس ہنگامہ آرائی اور معرکہ پیرائی سے جو مقصود ہے' آپ نے اچھی طرح نہیں سمجھا اور اسی لئے آپ نے اس قسم کا خط لکھا۔ اب کان لگا کر سنئے اور سمجھئے کہ اہل حکومت اور ریاست سے لڑائی جھگڑا چند اغراض سے ہوتا ہے۔ بعض آدمیوں کا مقصد مال اور ریاست کا حصول ہوتا ہے' بعض کو محض اپنی شجاعت اور دلیری دکھانی ہوتی ہے اور بعض آدمیوں کا مقصد شہادت کا مرتبہ حاصل کرنا ہوتا ہے۔ لیکن اس سے میرا مقصد ہی دوسرا ہے' یعنی فقط اپنے مولا کے حکم کی بجا آوری جو مالک مطلق اور بادشاہ برحق ہے۔ اس نے دین محمد ﷺ کی نصرت واعانت کے بارے میں جو حکم دیا ہے' محض اس کی تکمیل مقصود ہے۔ خدائے عزوجل اس بات کا گواہ ہے کہ میرا اس ہنگامہ آرائی سے اس کے علاوہ کوئی دوسرا مقصود نہیں اور اس میں کوئی نفسانی غرض ہرگز شامل نہیں' بلکہ نفسانی غرض کے حصول کی آرزو نہ کبھی زبان پر آتی ہے' نہ کبھی دل میں گزرتی ہے۔ دین محمدی ﷺ کی نصرت کرنے میں جو کوشش بھی ممکن ہوگی' بجالاؤں گا اور جو تدبیر بھی مفید ہوگی' عمل میں لاؤں گا۔ اور ان شاء اللہ زندگی کے آخری سانس تک اسی کوشش میں مشغول رہوں گا' اسی راستے پر چلتا رہوں گا اور جب تک دم میں دم ہے' اسی کا دم بھرتا رہوں گا۔ جب تک پاؤں ہیں' اس وقت تک یہی راستہ ہے اور جب تک سر ہے' یہی سودا ہے' خواہ مفلس ہوں' خواہ دولت مند' خواہ منصب سلطنت سے سرفراز ہوں' خواہ کسی کی رعیت ہوں' خواہ بزدلی کا الزام ہو' خواہ بہادری کی تعریف سنوں' خواہ میدان جہاد سے زندہ واپس آؤں' خواہ شہادت سے سرخرو ہوں۔ ہاں اگر میں دیکھوں کہ میرے مولا کی خوشی اسی میں ہے کہ میدان جنگ میں تنہا سر بہ کف آؤں تو خدا کی قسم سو جان سے سینہ سپر ہوں گا۔ اور لشکر کے نرغے میں بے کھٹکے گھس جاؤں گا۔ مختصر یہ کہ مجھے نہ اپنی شجاعت کا اظہار مقصود ہے' نہ ریاست کا حصول۔ اس کی علامت یہ ہے کہ اگر سربرآوردہ حکام اور عالی مرتبت سرداروں میں کوئی شخص دین محمدی قبول کر لے تو میں اس کی مردانگی کا سو زبان سے اظہار واعتراف کروں گا اور ہزار جان سے اس کی سلطنت کی ترقی چاہوں گا اور اس کی حکومت کی ترقی کے لئے بے حد کوشش کروں گا۔ اس بات کا فوراً امتحان کر سکتے ہیں اور اگر اس کے خلاف ہو تو مجھے الزام دیجئے۔ اگر انصاف کی نظر سے دیکھیں تو بھی اس معاملے میں مجھے ہرگز قابل ملامت اور قابل الزام نہ پائیں گے کیونکہ جب آپ اپنے حاکم کے احکام کی تعمیل میں جو آپ جیسا ایک انسان بلکہ آپ کی برادری کا ایک فرد ہے' کوئی عذر اور حیلہ نہیں کر سکتے تو میں احکم الحاکمین کے حکم کی تعمیل میں' جو زمین و آسمان کے تمام افراد انسانی اور ساری کائنات کا خالق ہے' کیا عذر کر سکتا ہوں؟'' والسلام''

سلطنت اور سیاست کی علیحدگی

تحریکوں کے اجراء کا یہ انداز سب سے پہلے اسی تحریک سے ہوا۔ یعنی قائد کے لئے یہ لازم ٹھہرا کہ وہ ذاتی مفادات کے لئے کوشاں نہ ہو اور بار بار اس بات کا اعادہ کرے کہ وہ خود اپنے لئے جدوجہد نہیں کر رہا۔ بلکہ پہلے دور میں رضائے الٰہی مقصود ٹھہری اور بعد میں ملک کی آزادی مقصود قرار پائی لیکن اصرار اس بات پر ہی رہا کہ قائد خود اپنے لئے کوشاں نہ ہو بلکہ وہ ایک ارفع واعلیٰ مقصد کے لئے جدوجہد کی رہنمائی کرے۔ اس سے پہلے تحریکوں کا اجراء نہیں ہوا تھا بلکہ لشکر کشیاں ہوتی تھیں۔ اور لشکر کشی کرنے والا اپنے لئے جدوجہد کرتا تھا' اور اس کا مقصد سلطنت کا حصول ہوتا تھا۔ اس کے حامی اور لشکر کے شرکاء کے اس پوری جدوجہد سے ذاتی مفادات وابستہ ہوتے تھے۔ لیکن یہ پہلی تحریک تھی جس میں ایک نظریئے کی بنیاد پر رائے عامہ کو پہلے منظم کیا گیا اور پھر عامۃ الناس کو متحرک کر کے جہاد کے لئے تیار کیا گیا۔ جہاں یہ مجاہدین ایک ارفع واعلیٰ مقصد کے لئے سر بہ کف میدان میں آئے تھے' وہاں ان کو اپنے قائد پر بھی پورا پورا اعتماد اور یقین تھا۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس قائد کو ان مقاصد کا مظہر تصور کیا گیا۔ ان میں وہ تمام خوبیاں موجود پائی گئیں جو ایسی تحریک کے قائدین میں ہونی چاہئیں۔ دراصل قائد کی خصوصیات کا جو تصور اس زمانے میں پیش ہوا وہ اس زمانے میں دینی تحریک کی ضروریات کے مطابق تھا۔ لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ زمانے کے بدلنے کے باوجود مجموعی طور پر مسلمان عوام کی روح میں قائد کی جو صلاحیتیں رچ گئیں' وہ اسی گئے گزرے زمانے کی تھیں جو حقیقتاً اب گزر چکا تھا۔ اس زمانے میں بھی ان مسائل پر بحثیں ہوئیں لیکن آج ان بحثوں پر نگاہ رکھی جائے تو خاصے اہم نتائج مرتب ہو سکتے ہیں۔

اس دور میں جہاد کے لئے جن امور کی ضرورت تھی' ان پر بھی خاصی لے دے ہوتی رہی اور مختلف قسم کے اعتراضات ہوتے تھے' اور ان کا جواب سید احمد کے سوانح نگاروں نے اپنی حدود میں رہ کر دیا ہے۔ کیونکہ اس وقت جہاد کا اعلان ہوا تو یہ بھی بہ ظاہر ان ہی عقائد کی تکمیل ہی کے پیش نظر کیا گیا تھا۔ جب اس جہاد کے متعلق مختلف نظریات سامنے آئے تو وہ بھی انہی بنیادوں پر حل کئے گئے تھے' اس لئے ان چیزوں پر کسی دوسرے نقطۂ نظر سے ابھی تک سوچا ہی نہیں گیا حالانکہ جب جہاد کا نعرہ بلند ہوا تھا تو اس کے پیچھے بھی زمانے کے تقاضے کارفرما تھے اور قائدین واکابرین نے ان تقاضوں کو محسوس کیا تھا اور دین کے ذریعے ان تقاضوں اور اس دور کے مسائل کے حل کرنے کے لئے راہ دکھائی تھی۔ جو ان سے مختلف نظریات رکھتے تھے اور جو جہاد کے مخالف تھے' ان کو بھی دین کی حدود کے اندر ہی رہ کر اپنا موقف پیش کرنا لازمی تھا۔ اس لئے کہ اس دور میں لوگ ایک ہی زبان' ایک ہی اسلوب' ایک ہی نظریہ سمجھتے تھے اور وہ دین کی زبان تھی' دین کا نظریہ تھا اور دین ہی کا اسلوب تھا۔ اس لئے ضروری تھا کہ اس دائرے اور حدود کے اندر رہ کر ہی مختلف نظریات اور راستوں کو پیش کیا جاتا۔ حالانکہ بنیادی طور پر یہ بحثیں اور نظریات انہی عقائد سے متعلق اتنے نہ تھے جتنے کہ اس زمانے کے مخصوص حالات کے عقائد سے متعلق تھے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ان بحثوں اور ان مختلف نظریات کو اپنے عقائد اور مذہب کی روشنی ہی میں نہیں بلکہ زمانے کے حالات کے مطابق بھی جانچا جائے کیونکہ اسی ایک صورت سے اس امر کا تجزیہ ہو سکے گا کہ ان مختلف نظریات کے پیچھے کون کون سے مختلف محرکات کام کر رہے تھے۔

اس تحریک کی ناکامی کی مکمل داستان کے متعلق بھی مختلف نظریات ہیں۔ اس داستان میں رنگ بھی مختلف طریقے سے بھرے گئے ہیں۔ اگر اس تحریک کو خالصۃً دینی عقائد کے حصار میں محصور کر کے دیکھا جائے تو ظاہر ہے کہ اس کی ناکامی کی وجوہات بھی مذہبی اور دینی حدود میں محدود ہوں گی۔ اگر اس تحریک کو ذرا وسیع نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو پھر اس عظیم جدوجہد کی ناکامی کے متعلق بھی تفصیلی جستجو کرنا ہوگی کیونکہ یہ تو بہت واضح اور آسان جواب ہوتا ہے کہ فوجیں آمنے سامنے تھیں' ایک فوج ہار گئی اور ایک جیت گئی اور بس قصہ ختم ہو گیا۔ یا ایک افوج میں سے کچھ سپاہیوں نے غداری کر دی' اس وجہ سے فوج پٹ گئی۔ یہ تمام وجوہات اپنی جگہ پر اہم ہوں تو ہوں لیکن تحریکوں کے سلسلے میں یہ وجوہات فیصلہ کن نہیں ہوا کرتیں۔

جاری ہے

ایمان بالمعاد

تحریر: جناب رحمت اللہ بٹر۔ ناظم دعوت تنظیم اسلامی، پاکستان

یہ وہ ایمان ہے جو انسان کے عمل پر سب سے زیادہ اثر انداز ہوتا ہے۔ واضح رہے کہ آخرت کا ماننا وہی قابلِ قبول ہے جو اُن تفاصیل کے ساتھ مانا جائے جو قرآن و حدیث میں بیان ہوئی ہیں۔ یہی وہ ایمان ہے جو انسان کی مدہوشی کو دور کرتا ہے اور اسے اپنے کردار و اعمال کے بارے میں سوچنے پر مجبور کرتا ہے۔ اس لئے انبیاء و رسل کی دعوت کا آغاز اسی ایمان سے ہوتا ہے۔ قرآن حکیم میں نبی اکرم ﷺ سے فرمایا گیا: ﴿یٰٓاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ o قُمْ فَاَنْذِرْ o﴾ ''اے اوڑھ لپیٹ کر لیٹنے والے اٹھو اور (لوگوں کو محاسبۂ اخروی سے) خبردار کرو!'' اگر یہ ایمان صحیح نہ ہو تو پھر ایمان باللہ اور ایمان بالرسالت صرف علم الکلام اور نعت خوانی تک محدود ہو کر رہ جاتے ہیں اور بات ٹیبل ٹاک سے آگے نہیں بڑھتی۔ یہی حقیقت ہے کہ جس کو قرآن مجید نے صرف تین آیات میں بیان کر دیا ہے۔ سورۃ العلق میں فرمایا:

﴿کَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰٓی o اَنْ رَّاٰہُ اسْتَغْنٰی o اِنَّ اِلٰی رَبِّکَ الرُّجْعٰی o﴾

''ہرگز نہیں، انسان سرکشی پر اتر آیا ہے۔ اس بنا پر کہ وہ اپنے آپ کو بے نیاز دیکھتا ہے (حالانکہ) پلٹنا تیرے رب ہی کی طرف ہے۔''

انسان جب دیکھتا ہے کہ اس کے اخلاقی اعمال کا اس دنیا میں کوئی نتیجہ نہیں نکل رہا اور اس کی کوئی پکڑ نہیں ہو رہی تو وہ اپنی حدود سے باہر نکل جاتا ہے، چنانچہ ظلم کرتا ہے، دوسروں کا مال ہڑپ کرتا ہے اور جھوٹ بولتا ہے۔ اسے اپنی حدود میں پابند کرنے والی ایک ہی بات ہے کہ اسے یقین دلایا جائے کہ اس کی پیشی اس کے مالک کے سامنے ہونے والی ہے جہاں اسے اپنا حساب خود پیش کرنا ہو گا اور اسے اپنے کیے کی جزاء و سزا مل کر رہے گی۔ جب اللہ کے سامنے پیش ہونے کے تصور میں کجی آتی ہے یا یہ گمان کر لیا جاتا ہے کہ کوئی پیشی نہیں ہے تو انسان مادر پدر آزاد ہو کر دوسروں کے حقوق غصب کرتا ہے اور اپنی حیثیت سے ناجائز فائدہ اٹھاتا ہے۔

قرآن مجید میں ایسے انسانوں کی مختلف اقسام کا ذکر ہوا ہے جو یا تو آخرت کے انکاری ہیں اور اسی وجہ سے بے خوف ہو کر گناہ و زیادتی کے مرتکب ہوتے ہیں، یا پھر کچھ ایسے لوگوں کا بھی ذکر ہے جو آخرت کو مانتے تو ہیں لیکن بزعم خود یہ سمجھتے ہیں کہ ان سے محاسبہ نہیں ہو گا کیونکہ ان کی خاص حیثیت ہے یا وہ کسی پہلو سے خاص سلوک کے مستحق ہیں اور نتیجتاً ان کا آخرت کو ماننا بھی انکار ہی کے مترادف ہو جاتا ہے، اس لئے کہ وہ ماننا ان کی سیرت و کردار پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ سورۃ القیامہ کی پہلی دو آیات میں منکرین آخرت کے نظریات کی تردید فرما کر اس حقیقت پر زور دیا گیا ہے کہ قیامت واقعی اور شدنی ہے اور وہاں نیکی و بدی کا بدلہ بھی لازماً مل کر رہے گا۔ چنانچہ فرمایا: ﴿لَآ اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیٰمَۃِ﴾ ''نہیں، میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی!'' آیت مبارکہ کے آغاز میں وارد ہونے والے حرف ''لا'' میں تین قسم کے لوگوں کے خیالات کا ابطال ہے جو سمجھتے ہیں کہ قیامت نہیں ہو گی۔

(۱) قرآن مجید نے بعض لوگوں کا نظریہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

﴿وَقَالُوْا مَا ھِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَنَحْیَا وَمَا یُھْلِکُنَآ اِلَّا الدَّھْرُ وَمَا لَھُمْ بِذٰلِکَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ ھُمْ اِلَّا یَظُنُّوْنَ o﴾

(الجاثیہ : 24)

''یہ لوگ کہتے ہیں: نہیں ہے ہماری زندگی مگر صرف دنیا کی اور ہم (یہیں) جیتے اور مرتے ہیں اور گردش زمانہ کے سوا کوئی چیز نہیں جو ہمیں ہلاک کرتی ہو (کوئی اور ہستی زندگی دینے والی اور موت طاری کرنے والی نہیں کہ جس کے سامنے پیش ہونا ہو) درحقیقت ان کو اس کا کچھ علم نہیں، بلکہ محض گمان کی بنا پر یہ باتیں کرتے ہیں۔''

(۲) دوسرا گروہ یہ کہتا تھا کہ دوبارہ اٹھایا جانا اور زندہ کر دینا محال ہے جبکہ ہمارا گوشت گل سڑ جائے گا اور ہماری ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو کر خاک میں مل جائیں گی۔ ان کا نظریہ ان الفاظ میں بیان ہوا:

﴿اَیَعِدُکُمْ اَنَّکُمْ اِذَا مِتُّمْ وَکُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّکُمْ مُّخْرَجُوْنَ o ھَیْھَاتَ ھَیْھَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ o اِنْ ھِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَنَحْیَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ o﴾

(المومنون : 35تا37)

''کیا یہ (نبی) تمہیں یہ اطلاع دیتا ہے کہ جب تم مر جاؤ گے اور مٹی ہو جاؤ گے اور بس ہڈیاں رہ جائیں گی تو اس وقت تم کو (زمین سے) نکال لیا جائے گا۔ بعید بالکل بعید ہے یہ بات جس کا تمہیں وعدہ دیا جا رہا ہے۔ زندگی تو یہی ہماری دنیا کی زندگی ہے، اسی میں ہم مرتے اور جیتے ہیں، اور ہم ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے۔''

یہی لوگ ہیں جن کے بارے میں قرآن مجید فرماتا ہے:

﴿اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ o فَذٰلِکَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ o وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ o﴾ (الماعون : 1تا3)

''بھلا آپ نے دیکھا اس شخص کو جو جزا و سزا کو جھٹلاتا ہے۔ یہ ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھلانے کے لئے (لوگوں کو) ترغیب نہیں دیتا۔''

واقعہ یہ ہے کہ جب اسے جزاء و سزا کا یقین ہی نہیں ہے تو کیوں نہ کمزور کے مال سے فائدہ اٹھائے؟ اور وہ کیوں کسی کو کھانا کھلائے یا کھلانے کے لئے کہے؟ ایسا شخص تو بے وقوف کہلائے گا کہ جہاں سے وہ مال لے سکتا ہو نہ لے اور اپنی آسائش کا سامان مہیا نہ کرے۔ وہ بھلا ایثار کیوں کرے جبکہ اسے ستائش کی کوئی امید ہی نہیں ہے۔

(۳) منکرین آخرت کا تیسرا گروہ مترفین کا ہے یعنی صاحب ثروت، صاحب اقتدار، مال و دولت والے جاگیردار اور سرمایہ دار وغیرہ۔ ان کے بارے میں قرآن حکیم میں فرمایا گیا:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَۃٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْھَآ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِہٖ کٰفِرُوْنَ o وَقَالُوْا نَحْنُ اَکْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ o﴾ (سبا : 34-35)

''کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ہم نے کسی بستی میں ایک خبردار کرنے والا بھیجا ہو اور اس بستی کے کھاتے پیتے لوگوں نے یہ نہ کہا ہو کہ جو پیغام تم لے کر آئے ہو ہم اس کا انکار کرتے ہیں۔ انہوں نے ہمیشہ یہی کہا کہ ہم تم سے زیادہ مال اور اولاد رکھتے ہیں اور ہم ہرگز سزا پانے والے نہیں ہیں۔''

سورۂ حم السجدہ (آیت 50) میں اس گروہ کا ذکر ان

الفاظ میں کیا گیا:

﴿وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى﴾

''(انسان کی ناشکری کا عالم یہ ہے کہ) اگر ہم اس کو اپنی رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں اس تکلیف کے بعد جو اسے آئی ہو تو کہہ اٹھتا ہے کہ یہ تو میرا حق تھا' اور میں نہیں سمجھتا کہ قیامت کبھی آئے گی' اور اگر (بفرض محال) میں واقعی اپنے مالک کی طرف لوٹا دیا گیا تو میرے لئے اس کے پاس بھی بہتری ہے (میں وہاں بھی مزے کروں گا)''

یہ لوگ دنیا کو اتنا پائیدار مانتے ہیں کہ انہیں اس کے ختم ہونے کا گمان تک نہیں ہوتا۔ ان کے دماغوں میں دوسرا خناس یہ سماجاتا ہے کہ دنیا میں مجھے جو مال و دولت سے نوازا گیا ہے تو یہ میری قابلیت اور صلاحیت کی وجہ سے ہے اور یہ میرا استحقاق ہے۔ بالفرض اگر آخرت ہوئی بھی تو وہاں اس دنیا سے بڑھ کر بھلائیاں میری منتظر ہوں گی اور وہاں مجھے بہت کچھ ملے گا' اس لئے کہ میں بڑا باصلاحیت اور خوش قسمت شخص ہوں۔

اس فکری غلطی کو سورۂ کہف میں دو آدمیوں کی مثال کے ذریعے سمجھایا گیا ہے جو دوست تھے۔ ان میں سے ایک کو اللہ نے دو باغ دے رکھے تھے اور دوسرے کے پاس دنیا کا مال و متاع نہ تھا۔ غریب دوست نے باغ والے کو یاد دلایا کہ اللہ نے تم پر اس قدر احسان کیا ہے تو تم اس کے شکر گزار بنو' تم پر جو حقوق عائد ہوتے ہیں وہ ادا کرو اور آخرت کے محاسبے کو سامنے رکھو۔ دوسرا شخص مال و متاع دنیا پاکر اللہ اور آخرت کو فراموش کر چکا تھا۔ چنانچہ اس کا روگ اس کی زبان پر آ گیا' جب وہ مکالمہ کرتے ہوئے اس کے باغ میں پہنچ گئے:

﴿فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ۝ وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ قَالَ مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا ۝ وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ۝﴾

(الکہف : 34 تا 36)

''پس اس نے اپنے (ناصح) سے کہا کہ میں مال و دولت میں بھی تجھ سے بڑھ کر ہوں اور نفری کے اعتبار سے بھی تجھ سے طاقتور جتھہ اور جماعت رکھتا ہوں۔ پھر وہ اپنے باغ میں داخل ہوا اور اپنے نفس کے حق میں ظالم بن کر کہنے لگا کہ میں یہ خیال نہیں کرتا کہ یہ باغ کبھی تباہ ہوگا' اور نہ یہ توقع کرتا ہوں کہ قیامت کبھی برپا ہوگی۔ تاہم اگر میں کبھی اپنے پروردگار کی طرف لوٹایا بھی گیا تو وہاں ضرور اس سے بھی اچھی جگہ پاؤں گا۔''

حالانکہ اس دنیا کے مال و متاع کی اصل حیثیت یہ ہے کہ یہ آزمائش کے لئے ہے اور اسی آزمائش کے لئے اللہ نے یہ اونچ نیچ پیدا کی ہے' تاکہ وہ پرکھ لے کہ کون شکر ادا کرنے والا ہے اور کون ناشکرا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

﴿نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝﴾

(الزخرف : 32)

''ہم نے ان کے درمیان سامان زندگی بانٹا ہے اس دنیا کی زندگی میں' اور ان میں سے کچھ لوگوں کو کچھ دوسرے لوگوں پر برتری دے رکھی ہے تاکہ ایک دوسرے سے خدمت لے سکیں اور آپ کے رب کی رحمت (قرآن مجید) بدرجہا بہتر ہے اس (مال و متاع) سے جو یہ جمع کر رہے ہیں۔''

سورۃ القیامہ کی دوسری آیت کے طرز استدلال میں بھی انسانوں کے تین قسم کے گروہوں کے خیالات کی نفی کی گئی ہے۔ ان میں وہ بھی ہیں جو قیامت کو مانتے تو ہیں لیکن انہوں نے روز جزاء کے بارے میں ایسے نظریات گھڑ لئے ہیں کہ بالفعل محاسبۂ اخروی کا تصور کالعدم قرار پاتا ہے یا انہیں یہ دھوکہ ہو گیا ہے کہ ان سے باز پرس نہیں ہوگی اور وہ تو بس بخش دیے جائیں گے۔ چنانچہ فرمایا گیا ﴿وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ﴾ ''نہیں! (تمہارے خیالات درست نہیں ہیں) میں تو قسم کھاتا ہوں نفس ملامت گر کی'' جو تمہیں ہر وقت احساس دلاتا ہے کہ نیکی نیکی ہے اور برائی برائی ہے' لہٰذا ان کو ایک جیسا خیال نہیں کیا جاسکتا' بلکہ نیکی کا اچھا اور بدی کا برا نتیجہ نکل کر رہے گا۔

جاری ہے

سابقہ اور موجودہ
مسلمان امتوں کا
ماضی' حال اور مستقبل
اور مسلمانان پاکستان کی خصوصی ذمہ داری
اشاعت خاص 45 روپے

النصر لیب
مستند اور تجربہ کار ڈاکٹروں کی زیر نگرانی ادارہ
ایک ہی چھت کے نیچے تمام اقسام کے معیاری لیبارٹری ٹیسٹ' ایکسرے' ای سی جی اور الٹراساؤنڈ کی سہولیات
خصوصی پیکج
مکمل میڈیکل چیک اپ ☆ الٹراساؤنڈ ☆ ای سی جی ☆ ہارٹ ☆ لیور ☆ کڈنی ☆ جوڑوں سے متعلقہ متعدد ٹیسٹ/ ہیپاٹائٹس بی اور سی ☆ بلڈ گروپ ☆ بلڈ شوگر ☆ مکمل بلڈ اور مکمل پیشاب ٹیسٹ صرف 1500 روپے میں کروائیں
ISO 9001:2000
QMS CERTIFIED CLINICAL LAB
BY MOODY INTERNATIONAL
تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے قارئین اپنا ڈسکاؤنٹ کارڈ لیبارٹری سے حاصل کریں۔
النصر لیب: 950۔بی' مولانا شوکت علی روڈ' فیصل ٹاؤن (نزد راوی ریسٹورنٹ) لاہور
فون: 5162185-5163924 موبائل: 0300-8400944
E-mail:alnasar@brain.net.pk Website:www.alnasar.com.pk

شہر بہ شہر، قصبہ بہ قصبہ ”تنظیم اسلامی“ کی سرگرمیاں اور اطلاعات

حلقہ کراچی شمالی: خطاب عام

ہفتہ 4 اکتوبر بعد نماز عشاء نارتھ ناظم آباد بلاک ”جی“ میں عظمتِ قرآن اور ہماری ذمہ داریاں کے عنوان سے ایک ”خطاب عام“ کا اہتمام کیا گیا۔ چاروں طرف سے فلیٹوں اور دکانوں سے گھرے ہوئے اس مصروف رہائشی اور کاروباری علاقے کے ایک بالکل وسطی مقام کے انتخاب کا مقصد یہ تھا کہ قرآن کا پیغام زیادہ سے زیادہ افراد تک اور گھر گھر پہنچے اور اس مقصد کے حصول میں کافی حد تک کامیابی بھی ہوئی کیونکہ دورانِ خطاب شرکاء کے علاوہ دکاندار حضرات بھی متوجہ اور فلیٹوں کی شہ نشینوں سے بھی لوگ ساعتِ خطاب میں محو پائے گئے۔ سڑک پر شامیانہ لگانے کی اجازت متعلقہ ٹاؤن پولیس آفس سے لے لی گئی تھی‘ اور تقریباً ڈھائی ہزار دعوتی پمفلٹ رفقاء نے گھر گھر اور مسجدوں اور دکانوں میں تقسیم کیے تھے۔

محترم شجاع الدین شیخ نے نہایت مؤثر اور پُر زور انداز میں آیاتِ قرآنی اور احادیث کے حوالے دے کر قرآن مجید کی عظمت اور مسلمان ہونے کی حیثیت سے قرآن سے متعلق ہماری ذمہ داریوں پر روشنی ڈالی‘ اور ساتھ ہی بڑی جامعیت اور اختصار کے ساتھ چند دوسرے عنوانات کو بھی ضمنی طور پر خطاب کا حصہ بنایا‘ مثلاً موجودہ دور میں مسلمانوں کی قرآن مجید کی طرف سے غفلت اور منحرف طرزِ عمل‘ مختلف بدعات اور رسومات‘ دین کی تبلیغ کا جامع نظریہ‘ انفرادی و اجتماعی زندگی میں احکامِ الٰہی کا اطلاق اور قرآن اور سائنس وغیرہ۔

خطاب کے بعد اسی علاقے کے ایک رفیقِ تنظیم اسلامی کے گھر پر ہفتہ وار درسِ قرآن کا ”استقبالِ رمضان“ کے حوالے سے خطاب اور دورۂ ترجمہ قرآن کا اعلان کیا گیا۔ شرکاء نے محفل کو بہت سراہا۔ ”مکتبہ“ کا انتظام بھی کیا گیا تھا تاکہ تنظیمی لٹریچر سے بھی لوگ مستفید ہو سکیں۔

شمالی تنظیم رمضان المبارک کے بعد بھی اسی علاقے میں دینی فرائض کے جامع تصورات‘ راہِ نجات اور اللہ تعالیٰ اور قرآن سے ہمارے تعلق وغیرہ جیسے بنیادی عنوانات پر مزید خطابات منعقد کروانے کا ارادہ رکھتی ہے تاکہ اہلِ علاقہ کے مانوس ہو جانے اور مستقل سامعین کی ایک معقول تعداد کے حصول کے بعد یہاں ان شاء اللہ تنظیمِ اسلامی کا باقاعدہ تعارف کروایا جائے اور تنظیم کی دعوت بھرپور انداز میں پیش کی جائے۔ (رپورٹ: عزیر احمد صدیقی)

اُسرہ قرآن کالج کی ماہانہ میٹنگ

اُسرہ قرآن کالج کی ماہانہ میٹنگ 8/اکتوبر بروز ہفتہ قرآن کالج میں منعقد ہوئی۔ صدارت پروفیسر حافظ علاؤ الدین صاحب نے کی۔ میٹنگ کا باقاعدہ آغاز تلاوتِ قرآن پاک سے ہوا۔ جس کی سعادت غلام عباس نے حاصل کی۔ تلاوتِ کلام پاک کے بعد فورتھ ایئر کے طالب علم محمد جاوید اقبال نے ہدیۂ نعت ”زہے مقدر حضورِ حق سے سلام آیا پیام آیا“ پیش کی۔ سیکنڈ ایئر کے طالب علم حافظ وقاص حسین نے کلام اقبال ”خودی کا سرِ نہاں لا الٰہ الا اللہ“ پیش کیا۔ پھر نقیباء اسرہ جات نے اپنے اپنے اسرہ کی رپورٹ پیش کی۔ نقیب پروفیسر مسعود محمد اقبال نے اپنی رپورٹ پیش کرتے ہوئے بتایا کہ ہمارے اُسرہ نمبر 7 میں رفقاء کی تعداد نو ہے۔ جس میں ایک مبتدی رفیق ہے۔ باقی سب ساتھیوں نے تربیت گاہ مکمل کی ہوئی ہے۔ نمازیوں کا معاملہ تسلی بخش ہے۔ رفقاء دعوتی پروگرام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ اپنے رشتہ داروں اور دوست احباب کو گاہے بگاہے دعوت کا پیغام دیا جاتا ہے۔ تمام رفقاء ”ندائے خلافت“ اور ”میثاق“ کا مطالعہ کرتے ہیں‘ خاص کر ”ندائے خلافت“ کا بے چینی کے ساتھ انتظار رہتا ہے۔ قرآن کالج کے طلباء کی رپورٹ محمد نصیر (بی اے سال دوم) نے پیش کی۔ انہوں نے بتایا کہ ہمارے اُسرہ میں 12 رفقاء ہیں۔ نماز پنجگانہ ادا کرتے ہیں۔ قرآن مجید کی تلاوت باقاعدگی سے کرتے ہیں۔ دعوتی کام صرف ہوسٹل کی حد تک رکھا ہوا ہے۔ ”ندائے خلافت“ ”میثاق“ اور ”حکمت قرآن“ کا مطالعہ ہر رفیق باقاعدگی سے کرتا ہے۔ اُسرہ قرآن کالج کے اساتذہ کی رپورٹ پروفیسر حافظ علاؤ الدین صاحب نے پیش کی۔ انہوں نے بتایا کہ ہمارے اُسرہ کی تعداد تین ہے جبکہ میٹنگ کے دوران رفقاء کی تعداد چھ ہوتی ہے۔ ہمارے اسرہ کی حالت روز بروز بہتر ہوتی جا رہی ہے انہوں نے رفقاء سے خطاب کرتے ہوئے مزید کہا کہ 5 فیصد اعانت کی پابندی کو ہٹا دیا گیا ہے۔ لیکن آپ لوگ اعانت کے معاملے میں زیادہ سے زیادہ تعاون کرنے کی کوشش کرنا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے رزق میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور دل میں نیک جذبات اور دماغ میں اچھے خیالات رکھا کریں کیونکہ ہر انسان کا عمل اس کی سوچ کے تابع ہوتا ہے۔ اسلامی انقلاب کے متعلق انہوں نے کہا کہ محنت کے بغیر کوئی بھی کام ممکن نہیں ہوتا‘ چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ انقلاب محنت کے ذریعے برپا ہو سکتا ہے گھر بیٹھے اسلامی انقلاب ہرگز نہیں آئے گا۔ اس سلسلے میں ہمیں اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنا چاہئے لیکن والدین کے حقوق‘ بیوی کے حقوق ہرگز نظر انداز نہیں ہونے چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ کا پیغام پوری انسانیت تک پہنچانا ہماری اپنی ذمہ داری ہے۔ ہمیں غور کرنا چاہئے کہ یہ ذمہ داری ہم کس حد تک پوری کر رہے ہیں۔

پرنسپل طارق مسعود صاحب نے دعا کی اہمیت بیان کرتے ہوئے بتایا کہ دعا کے معانی پکارنے کے ہیں یعنی کسی کو مدد کے لئے پکارنا۔ ہم زندگی میں محنت اور لگن کے ساتھ کام کرتے ہیں لیکن ہمارے کام میں پھر بھی رکاوٹیں پیدا ہوں گی۔ ان رکاوٹوں کو دور کرنے کے لئے ہمیں اپنے اللہ کو مدد کے لئے پکارنا چاہئے۔ آپ جانتے ہیں کہ جب بھی ہم کوئی نیک کام شروع کرتے ہیں تو اعوذ باللہ پڑھتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ ہمیں شیطان مردود سے بچائے اور ہمیں اپنی پناہ میں لے۔ ہم اس رب کریم پر ایمان رکھتے ہیں جس کو تمام کائنات پر قدرت ہے۔ اور وہ انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھ سے مانگو کہ میں پکارنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں۔ بعد ازاں رفقاء و احباب کی تواضع کے ساتھ ہی میٹنگ اختتام پذیر ہوئی۔

(رپورٹ: کرم داد خان بلوچ)

حلقہ سندھ زیریں شب بسری

پروگرام کا آغاز رات ساڑھے نو بجے ہوا۔ سب سے پہلے تنظیم اسلامی ملیر کے امیر جناب اعجاز لطیف صاحب نے رمضان اور قرآن کی اہمیت اور باہمی ربط کو واضح کرتے ہوئے شرکاء کے سامنے رمضان سے مکمل مستفید ہونے کا لائحہ عمل پیش کیا۔ جس میں انہوں نے تقویٰ کو واضح کرتے ہوئے کہا کہ اللہ نے روزے کی عبادت کیوں رکھی۔ انسان دو چیزوں کا مرکب ہے۔ ایک روحانی وجود اور دوسرا ان کا جسمانی وجود۔ دن میں روزہ رکھنے سے اس کا جسمانی وجود کمزور پڑتا ہے اور رات میں تراویح میں قرآن سننے کی وجہ سے اس کا روحانی وجود پروان چڑھتا ہے اور قرآن مجید میں رمضان کے روزہ رکھنے کا مقصد بیان کرنے کے بعد فرمایا گیا کہ ”لعلکم تتقون“ تاکہ تم اللہ کی نافرمانی سے بچ سکو۔“ کیونکہ اگر انسان کے پاس علم بھی ہو‘ عمل بھی ہو اور اگر اخلاص نہ ہو تو وہ کچرے کے ڈھیر کی مانند ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ فرمایا اگر وہ تقویٰ کی روش اختیار کرتے تو وہ اپنے اوپر سے نیچے اور دائیں سے بائیں‘ غرض اللہ انہیں وہاں سے رزق عطا فرماتا جہاں سے ان کا گمان بھی نہیں ہوگا۔ دورۂ ترجمہ قرآں کی تیاریوں کے لئے دوسروں کے تجربات اور تیاریوں سے استفادے کے لئے رفقاء کو اپنے خیالات بیان کرنے کو کہا گیا۔ رفقاء نے بتایا کہ وہ رمضان کا استقبال کس طرح کر رہے ہیں۔ بہت سے رفقاء نے بتایا کہ استقبالِ رمضان کے حوالے سے بہت سے مقامات پر درسِ قرآن ہو رہے ہیں۔ اس کے بعد آرام کا وقفہ ہوا۔

صبح صادق تقریباً 4:30 بجے تہجد کی ادائگی کے لئے رفقاء و احباب کو بیدار کیا گیا۔ نماز فجر کے بعد تنظیم اسلامی کورنگی کے رفیق انجینئر نعمان اختر نے درسِ حدیث بیان کرتے ہوئے کہا کہ اگر

ہم چاہتے ہیں کہ روزہ اور قرآن ہمارے حق میں گواہ بن جائیں تو ہمیں اس کے لئے کیا کرنا چاہئے۔ حدیثِ جبرئیل جس میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے تین بددعائیں کرتے ہوئے فرمایا کہ ''وہ شخص ہلاک اور برباد ہو جائے جو بڑھاپے کی حالت میں والدین میں سے کوئی ایک بھی پائے اور وہ ان کی خدمت کر کے جنت کا مستحق نہ قرار پائے اور جس کے سامنے میرا نام لیا جائے اور مجھ پہ درود نہ بھیجے اور آخر میں فرمایا ہلاک اور برباد ہو جائے وہ شخص کہ جو رمضان کے مہینے کو پائے اور اس کے اندر عبادات کر کے اپنی بخشش نہ کروالے۔''

اس کے بعد تنظیم اسلامی شمالی کے رفیق جناب اختر ندیم صاحب نے قرآن وسنت کی روشنی میں حالاتِ حاضرہ پر تبصرہ فرماتے ہوئے موصوف نے اُمتِ مسلمہ کی زبوں حالی کی خالص وجہ قرآن سے دوری ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''یہ قرآن یا تو تمہارے حق میں گواہ بنے گا یا پھر تمہارے خلاف''

ناشتے کے لئے وقفہ کیا گیا اور 8 بجے تنظیم اسلامی جنوبی کے رفیق جمیل احمد نے سورۂ تغابن کے دوسرے رکوع کا درس دیا۔ اس کے بعد تنظیم اسلامی کورنگی کے امیر عامر خان صاحب نے بھی رمضان کی راتیں اور قرآن کے تعلق پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ ''جس کسی نے رمضان کے روزے ایمان اور احتساب کے ساتھ رکھے اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔''

اس کے بعد تنظیم اسلامی حلقہ سندھ زیریں کے ناظمِ تربیت جناب عمران صاحب امیر حلقہ کے کراچی سے باہر ہونے کی وجہ سے امیر حلقہ سے موصول ہونے والی اطلاعات رفقاء کے سامنے رکھیں۔

تنظیم اسلامی کورنگی کے رفیق انجینئر نعمان اختر نے تنظیم کا تعارف کراتے ہوئے بتایا کہ تنظیم اسلامی کورنگی کی امارت کی ذمہ داری کے فرائض جناب عامر خان صاحب انجام دے رہے ہیں۔ یہ تنظیم 5 اُسروں پر مشتمل ہے اور ہفتہ وار 6 دروس اس تنظیم میں ہو رہے ہیں۔ آخر میں مسنون دعا پر پروگرام کا اختتام ہوا۔ (رپورٹ: توحید خان)

حلقہ پنجاب وسطی: ایک روزہ تربیتی اجتماع

30/ اگست بروزِ ہفتہ قرآن اکیڈمی جھنگ کی زیرِ تعمیر عمارت میں حلقہ پنجاب وسطی کا ایک روزہ تربیتی اجتماع ہوا۔ جس میں حلقہ کے تینوں اضلاع جھنگ' ٹوبہ اور لیہ کے رفقاء کو مدعو کیا گیا تھا۔ تربیتی پروگرام کے تمام انتظامات امیر حلقہ مختار حسین فاروقی صاحب کی نگرانی میں ہوئے۔ صبح 7:30 بجے ناشتے کے بعد مقررہ وقت پر 8 بجے پروگرام کا آغاز ہوا۔ محترم فاروقی صاحب نے اجتماع کی غرض وغایت بیان کی اور رفقاء کے لئے کچھ ضروری ہدایات دیں۔ پہلا خطاب راقم کا تھا جس کا موضوع تھا ''دینی تنظیموں میں تربیت کی اہمیت'' راقم نے وضاحت کی کہ دین حق کے غلبے کی جدوجہد میں تصادم کے مراحل بغیر تربیت کے طے نہیں ہو سکتے اور یہ تربیت بھی منہاج محمدی ﷺ کے مطابق ہو' جس میں مرکز ومحور قرآن حکیم ہے۔ ٹوبہ کے رفیق محمد نواز صاحب نے ''مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق'' پر گفتگو کی۔ شورکوٹ سے عاطف عماد صاحب نے ''فرائض دینی کا جامع تصور'' قرآن وحدیث کے حوالے سے پیش کیا۔ ٹوبہ کے عبدالغفار صاحب نے حضور نبی کریم ﷺ کی سیرت کے حوالے سے ''بندۂ مومن کا ایک دن کا ٹائم ٹیبل'' پر نہایت مؤثر انداز میں گفتگو کی۔ اس تربیتی اجتماع کے مہمان خصوصی چوہدری رحمت اللہ بٹر صاحب ناظم دعوت تنظیم اسلامی لاہور سے تشریف لائے تھے۔ آپ نے ''دینی کاموں کے لئے جذبہ عمل کیسے پیدا ہو؟'' کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ آپ نے بتایا کہ جذبہ عمل کو پیدا کرنا اور اسے قائم رکھنا قرآن مجید کے ذریعے تذکیر ہی سے ممکن ہے۔ نماز ظہر اور طعام وآرام کے وقفے کے بعد لیہ کے رفیق چوہدری محمد صادق صاحب نے قرآن فہمی اور اس کے لوازمات کے موضوع پر گفتگو کی۔ آپ نے بتایا کہ قرآن فہمی کے لئے عربی زبان کو سیکھنا اور سیرت نبی اکرم ﷺ کا مطالعہ ضروری ہے۔ نماز عصر کے بعد چوہدری رحمت اللہ بٹر صاحب کا خصوصی خطاب انفاق فی سبیل اللہ کے موضوع پر تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ کے دین کے غلبے کے لئے مالی اور جانی انفاق مطلوب ہے۔ یہ ایمان کا تقاضا اور ذریعہ نجات ہے اور انہیں انفاق نہیں کریں گے تو نفاق پیدا ہوگا۔ موسم کی شدت اور بجلی کے تعطل کے باوجود پروگرام ٹائم ٹیبل کے مطابق جاری رہا اور رفقاء نے بڑی توجہ اور دلچسپی سے استفادہ کیا۔ آخر میں امیر حلقہ محترم مختار حسین فاروقی صاحب نے اختتامی کلمات میں رفقاء کی بھرپور شرکت پر اطمینان کا اظہار کیا اور مہمانِ خصوصی چوہدری رحمت اللہ بٹر صاحب کی تشریف آوری پر ان کا شکریہ ادا کیا۔ اس طرح یہ ایک روزہ تربیت گاہ نماز مغرب سے چند منٹ پہلے اختتام پذیر ہوئی اللہ تعالیٰ ہمیں دین حق کے غلبہ کی جدوجہد کی توفیق عطا فرمائے' آمین! (رپورٹ: پروفیسر خلیل الرحمٰن)

کل پاکستان اجتماعِ ملتزم رفقاء

25 تا 27 دسمبر 2003ء بمقام قرآن اکیڈمی' کراچی

تنظیم اسلامی کے ملتزم رفقاء سے گزارش کی جاتی ہے کہ وہ اس اجتماع کے لئے ابھی سے تیاری شروع کر دیں۔ ملازم پیشہ رفقاء چھٹی اور کاروباری حضرات ان ایام کے لئے متبادل انتظام کے لئے کوشش کا آغاز کر دیں۔

اجتماع کا آغاز انشاء اللہ 25 دسمبر بروز جمعرات بعد نماز عصر ہوگا اور اختتام 27 دسمبر بروز ہفتہ نماز عشاء پر ہوگا۔

بیرون کراچی کے ذمہ دار حضرات سے گزارش ہے کہ وہ سفر کے انتظامات کی منصوبہ بندی کا آغاز کر دیں۔ سفری اخراجات کے ضمن میں اخوت باہمی کے جذبے کو بروئے کار لایا جائے۔

المعلن: اظہر بختیار خلجی' ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی پاکستان

دعائے مغفرت

امیر تنظیم اسلامی لانڈھی کے رفیق محمد عارف خان صاحب کے والد محترم انتقال کر گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین!

اطلاع

گزشتہ شمارے میں رمضان المبارک کے دوران ہونے والے دورۂ ترجمۂ قرآن کے پروگراموں کی تفصیل میں حلقہ بہاول نگر اور ہارون آباد کو ''حلقہ پنجاب جنوبی'' کے ذیل میں شریک کر لیا گیا تھا' جبکہ یہ دونوں شہر ''حلقۂ بہاول نگر میں شامل ہیں

ضرورت رشتہ

☆ لاہور کے رہائشی کشمیری خاندان کی لڑکی عمر 21 سال تعلیم میٹرک کے لئے مناسب رشتہ درکار ہے۔ رابطہ: معرفت ''ندائے خلافت'' (سردار اعوان)

☆ ☆ ☆

☆ لڑکی عمر 25 سال' تعلیم میٹرک' راجپوت دیندار فیملی سے تعلق' برسرروزگار دینی گھرانے سے رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی قید نہیں۔

رابطہ: اشرف بیگ' قرآن اکیڈمی' فون 03-6869501

☆ ☆ ☆

☆ مجھے اپنی بیٹی' عمر سوا انیس برس' تعلیم بی۔ ایس۔ سی مروجہ' دینی شعائر کی پابند کیلئے تعلیم یافتہ' برسرروزگار اور تنظیمی واصلاحی فکر رکھنے والے نوجوان کا رشتہ درکار ہے۔

پتہ برائے رابطہ: پروفیسر محمد اشرف چغتائی' راوی بلاک' صدر شعبۂ معاشیات گورنمنٹ اسلامیہ کالج آف کامرس' علامہ اقبال ٹاؤن' لاہور

فون: 0303-6454244042-7447134

SCHOOL FOR CONTEMPORARY AND ISLAMIC LEARNING

SCIL

NURSERY TO O/A LEVEL

- TEFL TRAINED TEACHERS
- Computers and Visual Aids
- Nazira Quran and Tajweed
- Quranic Studies and Sirah
- Sports, Riding, Shooting
- Arts and Crafts
- Hifz
- Arabic Language

"Teaching Modern Contemporary Subjects in a progressive and Supportive Islamic environment with special emphasis on moral values and Character building".

Admissions Open
Nursery-Class 4

20A-C/3 GulbergIII
Main M.M Alam Raod, Lahore
Phone: 5712793, 5756594

VISION FOR TOMORROW

Vol : 12 Regd. No. LRL -50 No.41

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore

موسس تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت پاکستان ڈاکٹر اسرار احمد کی چند فکر انگیز تصانیف

سیرت النبیؐ کی روشنی میں
اسلامی انقلاب کے مراحل، مدارج اور لوازم
منہج انقلاب نبوی
مجلد 200 روپے، غیر مجلد 140 روپے

ایمان کے لغوی اور شرعی معنی، ایمان کا فلسفہ، ایمان و عمل کا باہمی تعلق
اپنے موضوع پر لاثانی تحقیقی و فکری تصنیف
حقیقت ایمان
اشاعت خاص 90 روپے، اشاعت عام 50 روپے

امت مسلمہ کے لئے سہ نکاتی لائحہ عمل اور
نہی عن المنکر کی خصوصی اہمیت
مجلد 60 روپے، غیر مجلد 36 روپے

تحریک پاکستان کا تاریخی و سیاسی پس منظر
اسلامیان پاکستان کا تہذیبی و ثقافتی پس منظر
اسلام اور پاکستان
مجلد 40 روپے، غیر مجلد 20 روپے

برصغیر پاک و ہند میں
اسلام کے انقلابی فکر کی تجدید و تعمیل
اور اس سے انحراف کی راہیں
اعلیٰ ایڈیشن 48 روپے

ایک مسلمان کی انفرادی اور اجتماعی
ذمہ داریاں کون سی ہیں؟
دینی فرائض کا جامع تصور
اشاعت خاص 18 روپے، اشاعت عام 10 روپے

علمی و فکری اور دعوتی و تحریکی کاوشوں کا نچوڑ
علمی خطوط کی نشان دہی
دعوت رجوع الی القرآن
اعلیٰ ایڈیشن 100 روپے

قرآن کے نام پر اٹھنے والی تحریکات اور علمائے کرام کے خدمات
شیخ الہند مولانا آزاد اور مسئلہ انتخاب و بیعت امام الہند
جماعت شیخ الہند اور تنظیم اسلامی
مجلد 120 روپے

قربانی ہماری معاشرتی رسم ہے یا دینی فریضہ؟
عید الاضحی اور فلسفہ قربانی
9 روپے

دعوت رجوع الی القرآن کی اساسی اور مقبول عام دستاویز جس کا
انگریزی، عربی، فارسی اور سندھی میں ترجمہ ہو چکا ہے
مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق
اشاعت خاص 20 روپے، اشاعت عام 10 روپے

سورۃ العصر کی روشنی میں
راہ نجات
40 روپے

سابقہ اور موجودہ
مسلمان امتوں کا ماضی، حال اور مستقبل
اور مسلمانان پاکستان کی خصوصی ذمہ داری
اشاعت خاص 45 روپے

حدیث قدسی: "الصوم لی وانا اجزی بہ"
میں مضمر حکمت دین کے اصولوں کی شرح
عظمت صوم
10 روپے

بعثت انبیاء کا اساسی مقصد، بعثت محمدیؐ کی اتمامی و تکمیلی شان
نبی اکرم ﷺ کا مقصد بعثت
اشاعت خاص 36 روپے، اشاعت عام 15 روپے

ڈاکٹر صاحب کے دو خطبات کا مجموعہ
اسلام میں عورت کا مقام
اشاعت خاص 60 روپے، اشاعت عام 30 روپے

مفصل فہرست طلب کیجئے: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن، 36K ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ فون نمبر 03-5869501